اُردو

بال بھارتی

پانچویں جماعت

بھارت کا آئین

حصہ 4 الف

بنیادی فرائض

حصہ 51 الف

بنیادی فرائض – بھارت کے ہر شہری کا یہ فرض ہوگا کہ وہ...

(الف) آئین پر کاربند رہے اور اس کے نصب العین اور اداروں، قومی پرچم اور قومی ترانے کا احترام کرے۔

(ب) ان اعلیٰ نصب العین کو عزیز رکھے اور ان کی تقلید کرے جو آزادی کی تحریک میں قوم کی رہنمائی کرتے رہے ہیں۔

(ج) بھارت کے اقتدارِ اعلیٰ، اتحاد اور سالمیت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کرکے ان کا تحفّظ کرے۔

(د) ملک کی حفاظت کرے اور جب ضرورت پڑے قومی خدمت انجام دے۔

(ہ) مذہبی، لسانی اور علاقائی وطبقاتی تفرقات سے قطع نظر بھارت کے عوام الناس کے مابین یک جہتی اور عام بھائی چارے کے جذبے کو فروغ دے نیز ایسی حرکات سے باز رہے جن سے خواتین کے وقار کو ٹھیس پہنچتی ہو۔

(و) ملک کی ملی جلی ثقافت کی قدر کرے اور اُسے برقرار رکھے۔

(ز) قدرتی ماحول کو جس میں جنگلات، جھیلیں، دریا اور جنگلی جانور شامل ہیں محفوظ رکھے اور بہتر بنائے اور جانداروں کے تئیں محبت وشفقت کا جذبہ رکھے۔

(ح) دانشورانہ رویے سے کام لے کر انسان دوستی اور تحقیقی واصلاحی شعور کو فروغ دے۔

(ط) قومی جائداد کا تحفظ کرے اور تشدد سے گریز کرے۔

(ی) تمام انفرادی اور اجتماعی شعبوں کی بہتر کارکردگی کے لیے کوشاں رہے تاکہ قوم متواتر ترقی وکامیابی کی منازل طے کرنے میں سرگرمِ عمل رہے۔

(ک) اگر ماں باپ یا ولی ہے، چھے سال سے چودہ سال تک کی عمر کے اپنے بچے یا وارڈ، جیسی بھی صورت ہو، کے لیے تعلیم کے مواقع فراہم کرے۔

محکمۂ تعلیمات سے منظور شدہ تحت نمبر

پر۔ش۔س/ ۲۰۱۴-۱۵ء/ ۶۴۵۶/ منظوری - ڈی - ۵۰۵/ ۲۸۸۰/ ۲۴/اپریل ۲۰۱۴ء

اُردو

بال بھارتی

پانچویں جماعت

اپنے اسمارٹ فون میں انسٹال کردہ Diksha App کے ذریعے درسی کتاب کے پہلے صفحے پر درج Q.R. code اسکین کرنے سے ڈیجیٹل درسی کتاب اور ہر سبق میں درج Q.R. code کے ذریعے متعلقہ سبق کی درس و تدریس کے لیے مفید سمعی و بصری ذرائع دستیاب ہوں گے۔

3RIZ3E

मा विद्या या विमुक्तये
महाराष्ट्र राज्य पाठ्यपुस्तक निर्मिती व अभ्यासक्रम संशोधन मंडळ

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی و ابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ

پہلا ایڈیشن : ۲۰۱۵ء
(2015)
ساتواں ایڈیشن : ۲۰۲۲ء
(2022)

© مہاراشٹرراجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ-۴
نئے نصاب کے مطابق مجلسِ ادارت اور مجلسِ مشاورت نے اس کتاب کو ترتیب دیا ہے۔ اس کتاب کے جملہ حقوق مہاراشٹرراجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ کے حق میں محفوظ ہیں۔ کتاب کا کوئی بھی حصہ ڈائرکٹر، مہاراشٹرراجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل کی تحریری اجازت کے بغیر شائع نہ کیا جائے۔

مجلسِ ادارت :
- ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط (صدر)
- سلیم شہزاد (رکن)
- محمد حسن فاروقی (رکن)
- سرفراز آرزو (رکن)
- بیگم ریحانہ احمد (رکن)
- خان نویدالحق انعام الحق (رکن سکریٹری)

مجلسِ مشاورت : • احمد اقبال • مشتاق رضا • ڈاکٹر قمر شریف • فاروق سیّد

مدعوئین : • بشیر احمد انصاری • سلام بن رزّاق • ڈاکٹر محمد اسداللہ

Co-ordinator : Khan Navedul Haque Inamul Haque
Special Officer for Urdu, Balbharati

Production : Shri Sachitanand Aphale, Chief Production Officer
Shri Sachin Mehta, Production Officer
Shri Nitin Wani, Assistant Production Officer

D.T.P. & Layout : Yusra Graphics,
Shop No. 5, Anamay Building, 305, Somwar Peth, Pune - 411 011

Artist : Shri Rajendra Girdhari

Cover : Reshma Barve

Paper : 70 GSM Creamwove

Print Order : N/PB/2022-23/2,500

Printer : M/S. SOHAIL ENTERPRISES, THANE

Publisher : Shri Vivek Uttam Gosavi
Controller,
M.S. Bureau of Textbook Production,
Prabhadevi, Mumbai - 400 025

بھارت کا آئین

تمہید

ہم بھارت کے عوام متانت وسنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بھارت کو
ایک مقتدر سماج وادی غیر مذہبی عوامی جمہوریہ بنائیں
اوراس کے تمام شہریوں کے لیے حاصل کریں:
انصاف، سماجی، معاشی اور سیاسی؛
آزادی خیال، اظہار، عقیدہ، دین اور عبادت؛
مساوات بہ اعتبارِ حیثیت اور موقع،
اوران سب میں
اُخوّت کو ترقّی دیں جس سے فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد اور
سالمیت کا تیقّن ہو؛
اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج چھبّیس نومبر ۱۹۴۹ء کو یہ آئین
ذریعۂ ہٰذا اختیار کرتے ہیں،
وضع کرتے ہیں اوراپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔

راشٹر گیت

جَن گَن مَن - اَدِھ نایک جَیَہ ہے
بھارَت - بھاگیَہ وِدھاتا۔

پَنجاب، سِندُھ، گُجرات، مَراٹھا
دراوِڑ، اُتکَل، بَنگ،

وِندھیہ، ہِماچَل، یَمُنا، گنگا،
اُچّھل جَل دِھ تَرَنگ،

تَو شُبھ نامے جاگے، تَو شُبھ آ شِس ماگے،
گاہے تَو جَیَہ گاتھا،

جَن گَن منگل دَایَک جَیَہ ہے،
بھارَت - بھاگیَہ وِدھاتا۔

جَیَہ ہے، جَیَہ ہے، جَیَہ ہے،
جَیَہ جَیَہ جَیَہ، جَیَہ ہے۔

عہد

بھارت میرا ملک ہے۔سب بھارتی میرے بھائی اور بہنیں ہیں۔

مجھے اپنے وطن سے پیار ہے اور مَیں اس کے عظیم و گونا گوں وِرثے پر فخر محسوس کرتا ہوں۔مَیں ہمیشہ اِس ورثے کے قابل بننے کی کوشش کروں گا۔

میں اپنے والدین، استادوں اور بزرگوں کی عزّت کروں گا اور ہر ایک سے خوش اخلاقی کا برتاؤ کروں گا۔

میں اپنے ملک اور اپنے لوگوں کے لیے خود کو وقف کرنے کی قسم کھاتا ہوں۔ اُن کی بہتری اور خوش حالی ہی میں میری خوشی ہے۔

پیش لفظ

''بچوں کے لیے مفت اور لازمی تعلیم کے حق کا قانون ۲۰۰۹ء'' اور ''درسیات کا قومی خاکہ ۲۰۰۵ء'' کو مدنظر رکھ کر ریاست مہاراشٹر میں ''پرائمری تعلیم کا نصاب ۲۰۱۲ء'' تیار کیا گیا۔ ادارہ بال بھارتی حکومت مہاراشٹر کے منظور کردہ اس نصاب پر مبنی پانچویں جماعت کی درسی کتاب پیش کرتے ہوئے بڑی مسرّت محسوس کر رہا ہے۔

پانچویں جماعت ابتدائی تعلیم کا پانچواں مرحلہ ہے۔ بچّے غیر رسمی طور پر اپنے گھر اور اطراف کے ماحول میں سُنی ہوئی باتیں سمجھ لیتے ہیں اور اپنے خیالات کا اظہار بھی کر سکتے ہیں۔ اسکول میں داخلہ لینے کے بعد بچّوں کے زبان سیکھنے کا سلسلہ باقاعدہ شروع ہوتا ہے۔ اس جماعت کے بچّے زبان سیکھنے کے چار مرحلوں سے گزر کر پانچویں جماعت میں داخل ہو چکے ہیں۔

ابتدائی جماعتوں کے بچّے کم سن ہوتے ہیں۔ ان میں دیکھنے، سننے اور بولنے کی صلاحیتوں کو فروغ دینے اور اکتساب میں سہولت پیدا کرنے کی غرض سے اس درسی کتاب کو زیادہ سے زیادہ دلچسپ اور مسرّت بخش بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے کتاب کے متن میں ایسی نظمیں شامل ہیں جنھیں بچّے آسانی سے اجتماعی اور انفرادی طور پر گنگنا اور گا سکیں۔ طلبہ کو فطری طور پر تصویروں سے دلچسپی ہوتی ہے لہٰذا اس کتاب کو تصویروں سے مزیّن کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تصویریں حتی الامکان ایسی دی گئی ہیں جو متن کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوں گی۔ کتاب کا مواد روزمرّہ زندگی سے مربوط ہے اس لیے یقیناً یہ اسباق طلبہ میں مطالعے کا ذوق وشوق پیدا کریں گے۔

ہر سبق کے آخر میں مشقیں بھی دی گئی ہیں جن میں زباندانی کی افہام وتفہیم میں تنوّع کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ ان مشقوں میں مواد پر مبنی نیز دیگر تفہیمی سوالات کے ساتھ ساتھ طلبہ کی زباندانی کی مہارتوں کی نشوونما کے نقطۂ نظر سے خود آموزی کی مختلف سرگرمیاں بھی شامل کی گئی ہیں۔ توقع ہے کہ مشقی سوالات حل کرانے میں اساتذہ اور سرپرست بھی دلچسپی کا مظاہرہ کریں گے۔

زیرِ نظر درسی کتاب میں ماحولیات سے متعلق متن بھی شامل ہے۔ درس وتدریس کے دوران اساتذہ اس امر کو ملحوظ رکھیں کہ جماعت میں جو کچھ سکھایا جائے، وہ اسکول سے باہر کی دنیا اور روزمرّہ زندگی کے معاملات سے لازمی طور پر مربوط ہو۔

کتاب کو حتّی الامکان معیاری اور بے عیب بنانے کے لیے اس کا مسودہ مہاراشٹر کے مختلف علاقوں کے منتخب اساتذہ، ماہرینِ تعلیم اور ماہرینِ زبان کی خدمت میں تبصرہ کے لیے پیش کیا گیا تھا۔ اُن کے پیش کردہ مشوروں اور تجاویز کی روشنی میں مسودے میں ضروری ترمیم کر کے اسے قطعی شکل دی گئی ہے۔

اس موقع پر ادارہ اُردو لسانی کمیٹی کے ان تمام اراکین کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے جو اس کتاب کی ترتیب وتدوین میں خلوص وتندہی سے مصروف رہے اور کتاب کی تیاری کے ہر پہلو سے دلی طور پر وابستہ رہے۔ اِدارہ خصوصی طور پر مدعوئین صاحبان کا شکرگزار ہے جن کے گراں قدر تعاون کے بغیر اس کتاب کا مسودہ تکمیل نہ پاتا۔ اسی طرح ان تمام ماہرینِ تعلیم، اساتذہ، مصوّر، مجلسِ ادارت اور مجلسِ مشاورت کا بھی ادارہ تہِ دل سے شکرگزار ہے جن کے تعاون سے یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچی ہے۔ توقع ہے کہ طلبہ، اساتذہ اور سرپرست اس کتاب کا خیر مقدم کریں گے۔

(چندر منی بورکر)
ڈائرکٹر
مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی و
ابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ-۴

پونہ۔
تاریخ : ۱۴؍مئی ۲۰۱۵ء
۳؍رجب المرجب ۱۴۳۶ھ

آموزشی ماحصل - پانچویں جماعت

تجویز کردہ طریقۂ تعلیم	آموزشی ماحصل
طالب علم کو انفرادی طور پر/ جوڑی میں/ گروہ میں مواقع فراہم کرنا اور انھیں درج ذیل امور کی ترغیب دینا۔ • زبانی/تحریری/ اشاراتی نوعیت کے مختلف موضوعات، حالات، واقعات، تجربات، قصے، نظموں وغیرہ کو اپنے طریقے سے اور اپنی زبان میں سنانا، سوالات پوچھنا، نوٹ کا اندراج کرنا، اپنی رائے کا اظہار کرنا۔ • لائبریری/ جماعت میں مختلف قسم کے قصوں، نظموں، بچوں کے ادب اور دیگر مواد مثلاً اخبارات کے تراشوں پر بحث کرنا۔ • مختلف قصے، نظمیں وغیرہ پڑھنا، سمجھنا اور سمجھانا۔ • سنی ہوئی، دیکھی ہوئی، پڑھی ہوئی کہانی کو اپنے طریقے سے اپنی زبان میں لکھنا۔ • ضرورت کے لحاظ سے اور حوالے کے مطابق اپنی زبان (نئے الفاظ/ جملے وغیرہ) کو سمجھنا اور ان کا استعمال کرنا۔ • ایک دوسرے کی لکھی ہوئی کہانی سننا، پڑھنا اور اس پر اپنی رائے کا اظہار کرنا، اس میں اپنے خیالات کا اضافہ کرکے مختلف طریقوں سے لکھنا۔ • نئے الفاظ، تصویری لغت/لغت میں دیکھ کر معنی تلاش کرنا۔ • اپنے اطراف میں رونما ہونے والے حالات/ واقعات کو ذہن میں رکھ کر سوالات پوچھنا، بچوں سے بحث کرنا، اس پر نوٹ تیار کرنا، اپنی رائے کا اظہار کرنا۔ • درسی کتاب میں موجود مواد کے حوالے سے زباندانی کی باریکیوں اور اس کی نوعیت و ساخت کو سمجھنا اور اس کو استعمال کرنا۔ • دیگر مضامین، پیشے، فنون وغیرہ (جیسے ریاضی، سائنس، سماجی علوم، رقص وغیرہ) میں شامل الفاظ کو سمجھنا اور ان کو حوالے کے مطابق استعمال کرنا۔ • درسی کتاب اور اس سے متعلق دیگر مواد میں شامل قدرتی، سماجی اور دیگر حساس مسائل/نکات کو سمجھنا اور اس پر بحث کرنا۔	**طالب علم** 05.04.01 دیکھے ہوئے، سنے ہوئے، پڑھے ہوئے متن/مواد/ واقعہ (طنز و مزاح، ہمت و حوصلہ، سماج سے متعلق عنوانات پر مبنی کہانی وغیرہ) کے نفسِ مضمون، واقعات، عنوان وغیرہ کے بارے میں بات چیت کرتا ہے، اپنی رائے دیتا ہے، اپنی بات کی دلیل پیش کرتا ہے، نتیجہ اخذ کرتا ہے۔ 05.04.02 اپنے اطراف میں رونما ہونے والے واقعات، حالات وغیرہ کا باریک بینی سے مشاہدہ کرتا ہے۔ اس ضمن میں اپنی رائے کا زبانی طور پر اظہار کرتا ہے۔ سوالات پوچھتا ہے۔ 05.04.03 زباندانی کا باریک بینی سے مشاہدہ کرکے اپنے مشاہدات کو خود کی زبان میں نئے انداز میں پیش کرتا ہے۔ 05.04.04 مختلف قسم کے مواد (جیسے اخبار، بچوں کا ادب، پوسٹر وغیرہ) میں مذکور اہم نکات پر (زبانی/تحریری) اظہارِ خیال کرتا ہے۔ 05.04.05 کسی بھی عنوان/موضوع پر اپنی رائے/ خیالات کا اظہار کرتا ہے جیسے سبق 'گپ بازی کی سزا' پڑھ کر بچے کہتے ہیں "وہ اب کبھی بھی گپ بازی نہیں کریں گے۔" 05.04.06 مختلف مواقع کے مقاصد کے لحاظ سے اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے، تحریر کرتا ہے، پڑھتا ہے جیسے ہدایت بورڈ پر لکھی ہوئی ہدایت، احوال کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے اپنی درسی کتاب کا استعمال کرتا ہے اور دیگر متن (اخبارات، ادبِ اطفال، بڑے ہدایتی بورڈ وغیرہ) سمجھ کر پڑھتا ہے اور اس سے متعلق بولتا ہے۔ 05.04.07 غیر معروف الفاظ کے معنی لغت میں تلاش کرتا ہے۔ 05.04.08 خود کی خواہش سے یا معلم/معلّمہ کی طے کردہ سرگرمیوں میں تحریر کے عمل کو بہتر طور پر سمجھ کر اپنی تحریر کی جانچ کرتا ہے۔ اس میں تبدیلیاں لاتا ہے جیسے کسی واقعے کے بارے میں لکھنا، اسکول کے لیے پوسٹر بنانا وغیرہ۔ 05.04.09 زبان کی باریکیوں پر توجہ دیتے ہوئے اپنی زبان کو پختہ بناتا ہے اور اس کا (زبانی/ تحریری صورت میں) استعمال کرتا ہے۔ 05.04.10 زباندانی کے عملی قواعد جیسے علاماتِ اوقاف، فعل، زمانہ وغیرہ سے واقف ہو کر مناسب طریقے سے لکھتا ہے۔ 05.04.11 مختلف مقاصد کے تحت کی گئی تحریر میں علاماتِ اوقاف جیسے وقفہ، ختمہ، سوالیہ نشان کا مناسب استعمال کرتا ہے۔ 05.04.12 جماعت کے لحاظ سے دیگر مضامین، پیشوں، فنون وغیرہ (جیسے ریاضی، سائنس، رقص وغیرہ) میں مستعمل الفاظ کو سمجھتا ہے اور متن کے حوالے اور موقع محل کے لحاظ سے تحریر میں ان کا استعمال کرتا ہے۔ 05.04.13 اپنے اطراف میں رونما ہونے والے واقعات کا باریک بینی سے مشاہدہ کرکے اس پر اپنی رائے کا تحریری صورت میں اظہار کرتا ہے۔ 05.04.14 درسی کتاب اور دیگر تحریری مواد میں شامل حساس عنوانات/ موضوعات پر تحریری صورت میں اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ 05.04.15 اپنی سوچ/تخیل کے لحاظ سے کہانی، نظم، خط وغیرہ لکھتا ہے۔ کہانی، نظم میں خود کے الفاظ شامل کرکے تحریر میں اضافہ کرتا ہے۔

فہرست

*	ہدایات برائے اساتذہ			۱
۱۔	حمد	(نظم)	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۳
۲۔	حضرت ابوبکر صدّیقؓ		محمد حسن فاروقی	۵
۳۔	گنگا	(نظم)	حفیظؔ جالندھری	۱۰
۴۔	تین پھوے		اطہر پرویز	۱۳
۵۔	اُمّید	(نظم)	مولانا الطاف حسین حالیؔ	۱۷
۶۔	گپ بازی کی سزا		عصمت چغتائی	۱۹
۷۔	پرانی موٹر کار	(نظم)	شاعرؔ لکھنوی	۲۵
۸۔	بہادر بچّے		سرفراز آرزو	۲۸
۹۔	جگنو	(نظم)	سکندر علی وجدؔ	۳۲
۱۰۔	ڈاکٹر رادھا کرشنن		ڈاکٹر محمد اسد اللہ	۳۴
۱۱۔	اللہ آبرو سے رکھے اور تن درست	(نظم)	نظیرؔ اکبر آبادی	۳۸
۱۲۔	ڈالفن		ڈاکٹر قمر شریف	۴۰

۱۳۔	صبح کے نظارے	(نظم)	سعادت نظیرؔ	۴۳
۱۴۔	ایک خواب		شمیم حنفی	۴۵
۱۵۔	آیا جاڑا	(نظم)	کیفؔ احمد صدّیقی	۴۹
۱۶۔	خط		فاروق سیّد	۵۱
۱۷۔	تلاش	(ڈراما)	عبدالکمال خان	۵۵
۱۸۔	قدم بڑھاؤ دوستو	(نظم)	بشر نواز	۶۱
۱۹۔	نام اور کام		ادارہ	۶۳
۲۰۔	وقت کا گیت	(نظم)	شفیقؔ رضوی عماد پوری	۶۷
۲۱۔	کدّو عرف لوکی		یوسف ناظم	۶۹
۲۲۔	شہد کی مکّھی اور بِھڑ	(نظم)	عروجؔ قادری	۷۲
۲۳۔	محمّد حاجی صابو صدّیق		احمد اقبال	۷۴
۲۴۔	عجیب تحفے		مقبول جہانگیر	۷۹
۲۵۔	موبائل	(نظم)	عبدالاحد سازؔ	۸۲
۲۶۔	تالاب کا بھوت		ترجمہ	۸۴

ہدایات برائے اساتذہ

درسی کتاب کے مرتّبین کو بعض پابندیوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے جن کی وجہ سے درسی کتاب میں پورے نصاب کا احاطہ نہیں ہو پاتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ اساتذہ ہمیشہ نصاب پر نظر رکھیں۔ باریک بینی سے اُس کا جائزہ لیتے رہیں اور نصاب میں درج کوئی حصّہ اگر درسی کتاب میں شامل نہیں ہے تو اُسے اپنی تدریس میں شامل کرلیں۔

پانچویں جماعت کے نصاب میں زبانی اور عملی کام کو بھی اہمیت دی گئی ہے اس لیے اس پر اساتذہ کا خصوصی توجہ دینا ضروری ہے۔ اساتذہ طلبہ کو 'زبانی اور عملی کام' کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کریں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے منصوبہ بندی بہت ضروری ہے۔ اچھّی منصوبہ بندی تدریس میں آسانیاں پیدا کرتی اور تدریس کو مؤثر بناتی ہے۔ ذیل کے نکات اساتذہ کی منصوبہ بندی میں معاون ثابت ہوں گے۔

زبانی اور عملی کام کے موضوعات :

نظم، گیت، اقتباس، ریڈیو اور ٹی وی کے پروگرام، معلومات، کہانی، مکالمہ، بات چیت، بحث و مباحثہ اور فکر انگیز مختصر تقریریں۔

وسائل :

تختۂ سیاہ، رول اپ بورڈ، تصویریں، آڈیو اور ویڈیو سی ڈیز، ریڈیو، ٹی وی، عملی پیش کش وغیرہ۔

منصوبہ بندی :

اساتذہ موضوعات کے تنوّع کو ذہن میں رکھتے ہوئے پہلی اور دوسری میقات کی منصوبہ بندی کرسکتے ہیں۔ اس تعلّق سے اساتذہ پہلے خود مختلف تعلیمی وسائل کا استعمال کریں۔ طلبہ کو مختلف موضوعات پر اقتباسات سنائیں۔ بعدازاں طلبہ کو انفرادی طور پر، جوڑی بنا کر عنوانات تفویض کریں۔ وہ کوشش کریں کہ جماعت کے ہر طالب علم کو اِن سرگرمیوں میں شرکت کا موقع ملے۔ طلبہ کو تیاری کے لیے کافی وقت دیا جائے۔ انھیں استاد، سرپرست اور اپنے ساتھیوں سے رہنمائی اور مدد لینے کی پوری آزادی دی جائے۔ طلبہ چاہیں تو کتابوں، رسالوں اور انٹرنیٹ سے بھی مواد حاصل کرسکتے ہیں۔

دو سرگرمیوں کے دوران وقفہ اور دورانیہ :

جماعت کی ضرورت اور اسکول کے حالات کے مطابق دو سرگرمیوں کے درمیانی وقفے کا تعیّن کیا جاسکتا ہے۔ سرگرمی ہر ہفتہ، پندرہ دنوں یا ایک مہینے میں بھی لی جاسکتی ہے۔ سرگرمی کی پیشکش کے لیے اساتذہ سرگرمی کی نوعیت کو ذہن میں رکھتے ہوئے مختلف وسائل اور طریقے اختیار کرسکتے ہیں۔

اُردو کے پیریڈ میں سبق کی تدریس سے پہلے یا بعد میں پانچ منٹ کسی ایک سرگرمی کے لیے مختص کیے جاسکتے ہیں لیکن یہ طریقہ مختصر دورانیے والی سرگرمی کے لیے ہی اپنایا جاسکتا ہے۔ اگر سی ڈی اور سی ڈی پلیئر، ریڈیو، ٹی وی جیسے وسائلِ تعلیم کمرۂ جماعت میں لانا ممکن نہ ہو اور یہ سہولت اسکول کے کسی دوسرے کمرے میں میسّر ہو تب طلبہ کو اُس کمرے میں لے جانا پڑے گا اور اس کے لیے کم از کم ایک پیریڈ یا اُس سے زیادہ وقت درکار ہوگا۔ ریڈیو یا ٹی وی وغیرہ پر مخصوص پروگراموں کے لیے چھٹّی کا دن استعمال کرنے میں بھی اساتذہ کو تامّل نہ ہونا

چاہیے۔ کسی ایک سرگرمی یا ایک ساتھ لی جانے والی کئی سرگرمیوں کا مجموعی دورانیہ اتنا طویل نہ ہونے پائے کہ طلبہ اُکتاہٹ محسوس کرنے لگیں۔ طلبہ کو آئندہ ہونے والی سرگرمی کی پیشگی اطلاع ہونی چاہیے تاکہ جن طلبہ کو وہ سرگرمی تفویض کی گئی ہے وہ اُسے پیش کرنے کے لیے تیار رہیں۔ بہتر ہے کہ جماعت میں اُس ماہ ہونے والی سرگرمی کا چارٹ لگا دیا جائے۔

اگر اساتذہ نے پوری دلجمعی سے ان ہدایات پر عمل کیا تو تھوڑے ہی دنوں میں وہ محسوس کریں گے کہ اب طلبہ کو رہنمائی کی بہت کم ضرورت پیش آ رہی ہے اور وہ ذوق وشوق سے سرگرمیوں میں حصّہ لے رہے ہیں۔

اساتذہ کی سہولت کے لیے ذیل میں ایک مثال دی جا رہی ہے جو طلبہ کو سنانے کے لیے مفید ثابت ہوگی۔ یہاں دو تین سوالوں کے ذریعے جانچ کرنی ہے کہ طلبہ نے غور سے سنا ہے۔

ذیل میں دیا ہوا مکالمہ اساتذہ پہلی مرتبہ براہِ راست سنائیں۔ پھر طلبہ سے اس کی مشق کرائیں۔

مکالمہ

استاد : آج ہم ایک نیا سبق پڑھیں گے۔

جاوید : جناب! سب سے پہلے میں پڑھوں گا۔ کون سا سبق پڑھوں؟

استاد : نہیں! کتاب نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سبق بغیر کتاب کے پڑھا جائے گا۔ طارق تم کیا کر رہے ہو؟

طارق : جناب! میرے ڈیسک اور بینچ پر بہت دھول جمی ہوئی ہے۔ اسے صاف کر رہا ہوں۔

استاد : ہاں! آج کا سبق یہی ہے۔ تم سب لڑکے دھول صاف کیے بغیر بینچ پر بیٹھ گئے۔ ڈیسک پر ہاتھ رکھ دیے۔ دیکھو تمھارے ہاتھوں پر دھول لگ گئی ہے۔ تمھیں معلوم ہے، ہمارے اسکول کی صفائی کون کرتا ہے؟

انور : جی جناب! رحیم چاچا۔

استاد : ہاں، رحیم چاچا اِن دنوں بیمار ہیں، تو کیا جب تک وہ بیمار رہیں گے، ہماری کلاس اسی طرح دھول میں اَٹی رہے گی؟

طارق : جی نہیں۔ ہم لوگ دو دو چار چار لڑکے مل کر کلاس کی صفائی کر لیا کریں گے۔

شفیق : میں کل گھر سے جھاڑن کے لیے کپڑا لے آؤں گا۔

اکبر : ایک کپڑا میں بھی لاؤں گا۔ اسے گیلا کر کے سارے ڈیسک اور بینچ صاف کر لیا کریں گے۔

استاد : شاباش! آپ سب اچھے بچّے ہیں۔ اپنا کام خود کرنا جانتے ہیں۔

۱ حمد

ڈاکٹر محبوب راہی

پیدائش : ۲۰ / جون ۱۹۳۹ء

ڈاکٹر محبوب راہیؔ اُردو کے مشہور شاعر ہیں۔ وہ ضلع بلڈانہ کے ماڑگاؤں (خُرد) میں پیدا ہوئے۔ ان کی شاعری اور تنقید کے علاوہ بچوں کے لیے نظموں کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ادبِ اطفال میں ان کی خدمات پر ساہتیہ اکیڈمی (دہلی) نے انھیں انعام سے نوازا ہے۔

حمد، خدا کی تعریف کو کہتے ہیں۔ شاعر نے اس نظم میں خدا کی بے شمار نعمتوں کا ذکر کیا ہے۔

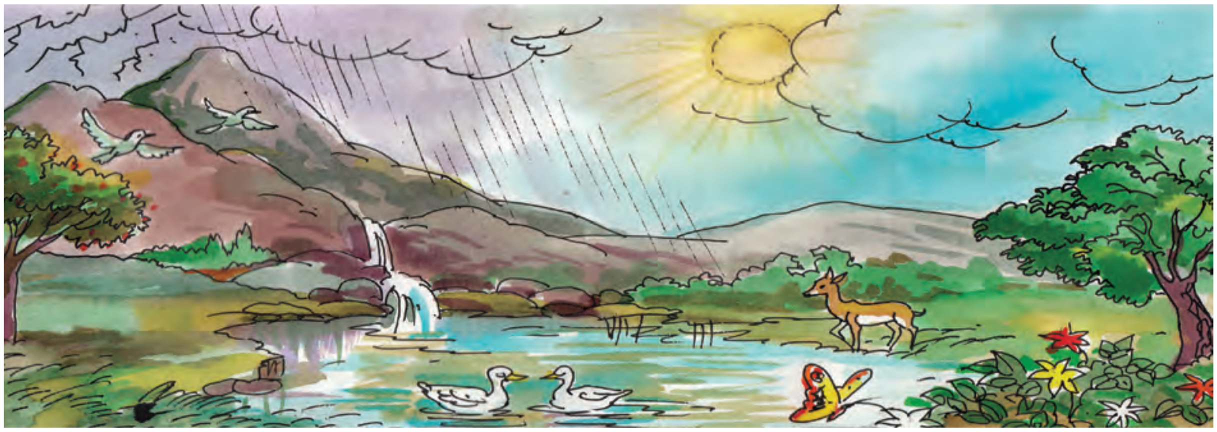

اے جہاں بھر کے پالنے والے — جان مٹّی میں ڈالنے والے

یہ زمیں ، آسمان تیرے ہیں — یعنی دونوں جہان تیرے ہیں

تو نگہباں ہے ، پاسباں تؤ ہے — اے خدا ، سب پہ مہرباں تو ہے

سب کے ہونٹوں پہ نام ہے تیرا — تذکرہ صبح و شام ہے تیرا

پھؤل صحرا میں تؤ کھِلاتا ہے — مارتا ہے ، تؤ ہی جِلاتا ہے

یہ ہَوا تیرے دَم سے چلتی ہے — حُکم سے تیرے ، رُت بدلتی ہے

خالقِ بحر و بر ہے تؤ ، یا رب — مالکِ خُشک و تر ہے تؤ ، یا رب

سب کو حاصل ہیں نعمتیں تیری — عام ہیں سب پہ رحمتیں تیری

ذرّے ذرّے پہ اختیار ترا — فضل ہے سب پہ بے شمار ترا

تیری ہر شے پہ حُکمرانی ہے

تو ہے باقی ، ہر ایک فانی ہے

جان مٹّی میں ڈالنے والے	–	یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی سے بے شمار چیزیں پیدا کی ہیں۔ اللہ نے انسان کو بھی مٹی ہی سے پیدا کیا ہے۔
نگہبان	–	حفاظت کرنے والا
پاسبان	–	دیکھ بھال کرنے والا
صحرا	–	ریگستان
تذکرہ	–	ذکر
رُت	–	موسم
جِلانا	–	زندگی دینا
حکمرانی	–	حکومت
تیرے دَم سے	–	تیری وجہ سے
خالقِ بحر و بر	–	پوری کائنات کو پیدا کرنے والا
مالکِ خُشک و تر	–	ہر چیز کا مالک
باقی	–	ہمیشہ رہنے والا
فانی	–	فنا ہونے والا، ختم ہو جانے والا

مشق

ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ شاعر نے جہان کا پالنے والا کسے کہا ہے؟

۲۔ 'دونوں جہان' سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

۳۔ صبح و شام کس کا تذکرہ کیا جاتا ہے؟

۴۔ وہ مصرع لکھیے جس میں زندگی اور موت کی طرف اشارہ ہے۔

نظم کی مدد سے خانہ پُری کیجیے۔

۱۔	سب کے .... پہ نام ہے تیرا	.... صبح و شام ہے تیرا
۲۔	ذرّے ذرّے پہ .... ترا	فضل ہے سب پہ .... ترا
۳۔	تیری ہر شے پہ .... ہے	تو ہے باقی ، ہر ایک .... ہے

اپنے دوست سے بات چیت کیجیے کہ.....

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کون سی نعمتیں عطا کی ہیں؟

۲۔ اللہ تعالیٰ کی وہ کون سی رحمتیں ہیں جو سب کے لیے عام ہیں؟

غور کر کے بتائیے۔

اللہ تعالیٰ مٹّی سے کون کون سی چیزیں پیدا کرتا ہے؟

سرگرمی : یہ حمد اپنے بھائی بہن یا دوست کو پڑھ کر سنائیے۔

3RSV52

٢

حضرت ابوبکر صدّیقؓ

محمد حسن فاروقی

پیدائش : ۲؍دسمبر ۱۹۴۱ء　　　　وفات : ۹؍جولائی ۲۰۲۰ء

محمد حسن فاروقی ایولہ (مہاراشٹر) میں پیدا ہوئے۔ مالیگاؤں میں درس و تدریس کے فرائض انجام دینے کے بعد وہ بھیونڈی میں رہائش پذیر ہوگئے تھے۔ ان کے کئی تعلیمی مضامین مختلف رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان کا انتقال مالیگاؤں میں ہوا۔

اس سبق میں محمد حسن فاروقی نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زندگی کے بعض نہایت اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ تھے۔ آپؓ حضورؐ کے عزیز دوست ہونے کے ساتھ ساتھ رشتے دار بھی تھے۔ آپؓ کی سخاوت، جرأت، انصاف اور علم و دانائی کے واقعات تاریخ میں مشہور ہیں۔

حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ مکّے میں ۵۷۳ء میں پیدا ہوئے۔ وہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ اچھے اخلاق کی وجہ سے لوگ اُن کی بہت عزّت کرتے تھے۔ اِسلام قبول کرنے سے پہلے بھی وہ شرک اور شراب نوشی کو بُرا جانتے تھے۔ جب حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُن کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی تو انھوں نے اُسے فوراً قبول کرلیا۔ اس کے بعد وہ تَن مَن دَھن سے دین کو پھیلانے میں لگ گئے۔

اُس زمانے میں عرب میں غلامی کا رواج تھا۔ بہت سے غلام اسلام میں داخل ہوگئے تھے اس لیے انھیں اپنے مالکوں کے ظلم کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اُن غلاموں میں حضرت بلالؓ بھی شامل تھے۔ ایک دن حضرت ابوبکرؓ دوپہر کے وقت راستے سے گُزر رہے تھے۔ اُنھوں نے دیکھا کہ حضرت بلالؓ کے آقا نے انھیں تپتی ریت پر لٹا دیا ہے اور اُن کے سینے پر بڑا سا پتّھر رکھ کر دھمکی دے رہا ہے کہ "اسلام چھوڑ دے ورنہ تجھے تڑپا تڑپا کر مار ڈالوں گا۔" وہ روزانہ حضرت بلالؓ کو اسی طرح تکلیفیں دیتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدّیقؓ اِس دردناک منظر کی تاب نہ لاسکے۔ اُنھوں نے اس ظالم آقا سے حضرت بلالؓ کو خرید کر آزاد کردیا۔ اسی طرح اُنھوں نے ایسے بہت سے غلام خرید کر آزاد کیے۔

مکّے میں خود حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپؐ کے جاں نثاروں کو بہت ستایا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ ہمیشہ اِس بات کا خیال رکھتے تھے کہ حضورؐ کو کوئی تکلیف نہ پہنچنے پائے۔ جب کبھی ایسا کوئی واقعہ پیش آتا، وہ فوراً موقع پر پہنچ جاتے اور آپؐ کا ساتھ دیتے۔

ایک مرتبہ دشمنوں نے حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور جسمانی تکلیف پہنچانے لگے۔ کسی میں اُن کو روکنے کی ہمّت نہ تھی لیکن حضرت ابوبکرؓ نے اپنی جان کی پروا نہ کی۔ وہ دشمنوں کے مجمع میں گُھس گئے اور حضورؐ کو اُن کے درمیان سے نکال لائے۔

جب مکّہ والوں کا ظلم اور زیادتی بڑھتی گئی تو اللہ کے حکم سے حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مکّے سے ہجرت کا ارادہ کیا۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ ہی کو اپنے سفر کا ساتھی چُنا۔ ایک رات دونوں نے مکّے کو الوداع کہا، وہ جبلِ ثَور پہنچے اور اُس کے ایک

غار میں تین راتوں تک ٹھہرے رہے۔ یہ غار، غارِ ثور کہلاتا ہے۔ اِس دوران میں بھی حضرت ابوبکرؓ نے ہر طرح سے حضورؐ کا خیال رکھا۔

مدینہ پہنچنے کے بعد حضرت ابوبکر صدّیقؓ ایک عام مُہاجر کی سی زندگی بسر کرنے لگے۔ مدینے میں ایک مسجد تعمیر کرنی تھی جس کے لیے حضورؐ نے زمین کا ایک ٹکڑا پسند کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے نہ صرف اُس کی قیمت ادا کی بلکہ خود سرورِ عالمؐ کے ساتھ مسجد بنانے میں شریک رہے۔

ایک مرتبہ دشمنوں سے مقابلے کے لیے کثیر رقم کی ضرورت تھی۔ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے ساتھیوں سے مدد کرنے کے لیے کہا۔ اِس نیک کام میں ہر ایک نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ حضرت ابوبکرؓ اپنے گھر کا سارا مال و اسباب اُٹھا لائے اور حضورؐ کے قدموں میں ڈال دیا۔ آپؐ نے پوچھا، ''ابوبکر! تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟'' انھوں نے جواب دیا، ''اُن کے لیے اللہ اور اُس کا رسولؐ کافی ہیں۔''

اخیر عمر میں حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم بہت بیمار ہوگئے۔ نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں آنے کی طاقت بھی آپؐ میں نہ رہی۔ حضرت عائشہؓ کے ذریعے آپؐ نے حضرت ابوبکر صدّیقؓ کو حکم دیا کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت ابوبکرؓ حضورؐ کی بات کیسے ٹال دیتے۔ چنانچہ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جگہ اُنھوں نے مسجدِ نبوی میں تین دن نماز پڑھائی۔

حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وصال کے بعد مسلمانوں نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اُس وقت انھوں نے مسجد میں بڑی اثر انگیز تقریر کی۔ انھوں نے فرمایا، ''اے لوگو! میں تمھارا حاکم بنایا گیا ہوں لیکن تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں نیک کام کروں تو اُس میں میری مدد کرو اور اگر مجھ سے کوئی بھول ہو جائے تو مجھے ٹوکو۔''

خلیفہ بننے کے بعد بھی حضرت ابوبکر صدّیقؓ سادہ زندگی گزارتے رہے۔ وہ موٹے جھوٹے کپڑے پہنتے اور معمولی کھانا کھاتے تھے۔ غریبوں اور مسکینوں پر بے حد مہربان تھے۔ وہ محتاجوں کی ضرورت اِس طرح پوری کرتے کہ دوسروں کو خبر تک نہ ہوتی۔

حضرت ابوبکر صدّیقؓ کی خلافت کی مدّت دو برس اور تین مہینے تھی۔ اتنی مختصر مدّت میں اُنھوں نے جس خوبی سے اپنی ذمّے داریوں کو پورا کیا، اُس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کو کئی باتوں میں اوّلیت کا شرف حاصل ہے۔ مَردوں میں سب سے پہلے اُنھیں نے اسلام قبول کیا۔ قرآن مجید کو سب سے پہلے کتابی شکل میں جمع کرایا اور اسلامی ریاست میں بیتُ المال قائم کیا۔ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے انھیں 'صدّیق' کا لقب دیا تھا۔ وہ پہلے شخص ہیں جن کو پیارے نبیؐ نے کسی لقب سے نوازا۔

حضرت ابوبکرؓ تقریباً تیئیس سال اللہ کے رسولؐ کی پاک صحبت میں رہے۔ وہ ایک دن کے لیے بھی حضورؐ سے جُدا نہیں ہوئے۔ بڑی سے بڑی مشکل میں بھی انھوں نے آپؐ کا ساتھ نہیں چھوڑا اسی لیے ایک موقع پر حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، ''بے شک جان و مال کے لحاظ سے ابوبکر سے زیادہ مجھ پر کسی اور کا احسان نہیں ہے۔'' یہ سُن کر حضرت ابوبکرؓ رونے

لگے اور عرض کی، "یارسول اللہؐ! یہ جان و مال کیا کسی اور کے لیے ہیں؟" ایک موقع پر حضورؐ نے فرمایا، "کسی کا بھی ہمارے اوپر کوئی ایسا احسان نہیں جس کا ہم نے بدلہ چکا نہ دیا ہو، سوائے ابوبکر صدّیق کے۔ بے شک اُن کے ہمارے اوپر احسان ہیں جن کا بدلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن چکائے گا۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انتقال ۶۳ برس کی عمر میں ہوا۔ انھیں مسجدِ نبوی میں حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

****

خلیفہ	نائب، اللہ کے قانون کے مطابق حکومت کرنے والا	سَرورِ عالَم	مراد حضرت محمدؐ
شِرک	اللہ کی ذات اور صفات میں کسی دوسرے کو شریک کرنا	اخیر	آخری
دِین	مراد اسلام	وِصال ہونا	انتقال کر جانا
تاب نہ لانا	برداشت نہ کرنا	اثر انگیز	اثر ڈالنے والا
ہِجرت	وطن کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جانا۔ عام طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مکّے سے مدینہ تشریف لے جانے کو ہجرت کہا جاتا ہے۔	مسکین	غریب
جبلِ ثَور	مکّے کے قریب ایک پہاڑ کا نام	شرف	بزرگی، بڑائی (اصل لفظ شَرَف ہے۔ بول چال میں شَرف بھی کہتے ہیں۔)
مُہاجر	ہجرت کرنے والا	بیتُ المال	اسلامی حکومت کا خزانہ
		لقب	کسی خصوصیت کی وجہ سے دیا گیا نام

مشق

❋ درج ذیل الفاظ میں سے مناسب لفظ چن کر جملے پورے کیجیے۔

(مدد، غلامی، مہاجر، جان و مال، منظر)

۱۔ اُس زمانے میں عرب میں ....کا رواج تھا۔

۲۔ حضرت ابوبکر صدّیقؓ اِس دردناک .... کی تاب نہ لا سکے۔

۳۔ مدینہ پہنچنے کے بعد حضرت ابوبکر صدّیقؓ ایک عام ....کی سی زندگی بسر کرنے لگے۔

۴۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے ....کرنے کے لیے کہا۔

۵۔ یا رسول اللہ! یہ..................کیا کسی اور کے لیے ہیں؟

❋ ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے حضرت ابوبکر صدّیقؓ کن باتوں کو بُرا جانتے تھے؟

۲۔ مکّہ چھوڑنے کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کس مقام پر قیام کیا؟

۳۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدّیقؓ کو نماز پڑھانے کا حکم کیوں دیا؟

۴۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کس بات پر حضرت ابوبکرؓ رونے لگے؟

۵۔ حضرت ابوبکر صدّیقؓ کو کہاں دفن کیا گیا؟

❋ مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ حضرت بلالؓ کا آقا ان پر کس طرح ظلم کرتا تھا؟

۲۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کو ظلم و ستم سے کس طرح نجات دِلائی؟

۳۔ حضرت ابوبکر صدّیقؓ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں سے کس طرح بچایا؟

۴۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کیوں کی؟

۵۔ دشمنوں سے حضورؐ کی حفاظت کے لیے حضرت ابوبکرؓ نے کیا کِیا؟

۶۔ حضرت ابوبکرؓ نے خلیفہ بنتے ہی لوگوں سے کیا کہا؟

سرگرمی:

حضرت ابوبکرؓ کی زندگی کا کوئی اہم واقعہ معلوم کرکے اپنے دوست کو سنائیے۔

اعادہ:

❋ ذیل کے جملے غور سے پڑھیے اور ان میں اِسم اور فعل پہچانیے۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدّیقؓ مکّے میں پیدا ہوئے۔

۲۔ حضرت ابوبکر صدّیقؓ نے حضرت بلالؓ کو ظالم آقا سے خرید کر آزاد کر دیا۔

۳۔ مدینے میں ایک مسجد تعمیر کرنی تھی جس کے لیے حضورؐ نے زمین کا ایک ٹکڑا پسند کیا۔

آئیے زبان سیکھیں

ذیل کے جملے غور سے پڑھیے۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدّیقؓ مکّے میں پیدا ہوئے۔ وہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔

۲۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّے سے ہجرت کا ارادہ کیا۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنے سفر کا ساتھی چُنا۔

۳۔ "ابوبکر! تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟" "ان کے لیے اللہ اور اس کا رسولؐ کافی ہیں۔"

ان جملوں میں 'وہ' حضرت ابوبکر صدّیقؓ کے لیے، 'آپ' حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، 'تم' ابوبکرؓ کے لیے اور 'ان' گھر والوں کے لیے استعمال کیے گئے الفاظ ہیں۔ یہ تمام الفاظ اسم کے بدلے استعمال ہوئے ہیں۔ انھیں '**ضمیر**' کہتے ہیں۔ چونکہ یہ الفاظ الگ الگ شخص کے لیے استعمال کیے گئے ہیں اس لیے انھیں '**ضمیرِ شخصی**' کہتے ہیں۔ اسی طرح 'میں' اور 'ہم' بھی ضمیرِ شخصی ہیں جو بولنے والا اپنے آپ کے لیے استعمال کرتا ہے۔

ذیل کے جملوں میں ضمیریں تلاش کر کے لکھیے۔

۱۔ وہ روزانہ حضرت بلالؓ کو اسی طرح تکلیفیں دیتا تھا۔

۲۔ میں تمھارا حاکم بنایا گیا ہوں لیکن تم سے بہتر نہیں ہوں۔

۳۔ کسی میں ان کو روکنے کی ہمت نہ تھی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ:

"زندگی سادہ اور مختصر ہونا چاہیے

ورنہ

قیامت کے دن حساب میں بڑی پریشانی ہوگی۔"

گنگا

حفیظؔ جالندھری

پیدائش: ۱۴؍جنوری ۱۹۰۰ء　　　　وفات: ۲۱؍دسمبر ۱۹۸۲ء

ابوالاثر حفیظؔ جالندھری، جالندھر (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ وہ بچپن ہی سے شعر کہنے لگے تھے۔ ان کی سب سے مشہور نظم 'شاہ نامۂ اسلام' ہے۔ اس میں اسلامی تاریخ کو بہت تفصیل سے منظوم کیا گیا ہے۔ حفیظؔ جالندھری نے مختلف موضوعات پر نظمیں اور گیت بھی لکھے ہیں۔ ان کی شاعری کے مجموعے 'نغمہ زار' اور 'سوز و ساز' مشہور ہیں۔ ان کا انتقال لاہور میں ہوا۔

دریائے گنگا کی تعریف میں لکھی گئی یہ نظم بہت مقبول ہے جس میں اس دریا سے ہندوستانیوں کی عقیدت اور محبت کا اظہار کیا گیا ہے۔ نہایت سادہ زبان میں کہی گئی اس نظم میں روانی بہت ہے۔

اے شاندار گنگا
اے پُر بہار گنگا
گنگوتری سے نکلی کیسی اُچھل اُچھل کر
اور پربتوں سے اُتری پہلو بدل بدل کر
پتّھر بہائے تو نے جو راستے میں آئے
کودی بلندیوں سے ، جلوے عجَب دِکھائے
اِک راہ میں بنائے سَو آبشار گنگا
اے شاندار گنگا
اے پُر بہار گنگا
جنگل پہاڑ چھوڑے ، میداں بسائے تو نے
اب اور ہی طرح کے نقشے جمائے تو نے
گنگا بہائی ایسی ، کھیتوں کو بھر دیا ہے
پودوں کو جان دی ہے ، پھُولوں کو زر دیا ہے
سیراب کردیا ہے ہر لالہ زار ، گنگا
اے شاندار گنگا
اے پُر بہار گنگا

راتوں کو چاند تارے لہروں میں جھوُمتے ہیں
پھوُلوں بھرے کنارے پیروں کو چوُمتے ہیں
سوُرج بکھیرتا ہے کِرنوں کے ہار تجھ پر
اور کرتی ہیں ہوائیں نقش و نِگار تجھ پر
سب ہیں نثار تجھ پر ، سب ہیں نثار ، گنگا
اے شاندار گنگا
اے پُر بہار گنگا

گنگوتری	ہمالیہ کا وہ مقام جہاں سے گنگا نکلتی ہے۔
پربت	پہاڑ
پہلو بدلنا	مراد دریا کا لہرا کر بہنا
نقشے جمائے تو نے	مراد یہ کہ گنگا جہاں جہاں سے بہتی آئی، ان علاقوں کو سرسبز و شاداب کر دیا۔
گنگا بہانا	سخاوت کرنا، بہت زیادہ دے دینا، فائدہ پہنچانا
پھولوں کو زر دیا ہے	مراد پھولوں کو طرح طرح کے رنگ روپ سے سجایا ہے۔
سیراب کرنا	پانی سے بھر دینا
لالہ زار	چمن، باغ
نقش و نگار کرنا	مراد ہوا کے چلنے سے پانی میں لہروں کا بننا
نثار ہونا	قربان ہونا

مشق

❋ نظم کی مدد سے خانہ پُری کیجیے۔

۱۔ اور پربتوں سے اُتری .... بدل بدل کر
۲۔ اک راہ میں بنائے سو .... گنگا
۳۔ پودوں کو جان دی ہے پھولوں کو .... دیا ہے
۴۔ راتوں کو چاند تارے .... میں جھومتے ہیں
۵۔ سب ہیں .... تجھ پر سب ہیں نثار، گنگا

❋ ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ گنگا کہاں سے نکلتی ہے؟
۲۔ گنگا پربتوں سے کیسے اُترتی ہے؟
۳۔ گنگا کے راستے میں آنے پر پتھروں کا کیا انجام ہوتا ہے؟
۴۔ آبشار کیسے بنتے ہیں؟
۵۔ ”پودوں کو جان دی ہے“ سے کیا مراد ہے؟
۶۔ کرنوں کے ہار کون بکھیرتا ہے؟

❋ درج ذیل شعر کی تشریح کیجیے۔

جنگل پہاڑ چھوڑے ، میداں بسائے تو نے
اب اور ہی طرح کے نقشے جمائے تو نے

سرگرمی:

۱۔ اس نظم کو جماعت میں اجتماعی طور پر پڑھیے۔
۲۔ علامہ اقبال کی نظم ’ہمالہ‘ تلاش کر کے پڑھیے۔

3S8M8C

❋ دریا جہاں سے نکلتا ہے، اس جگہ کو ’منبع‘ کہتے ہیں۔ میدانی علاقے میں دریا جب کسی دوسرے دریا سے ملتا ہے تو اس مقام کو ’سنگم‘ کہا جاتا ہے اور دریا جہاں سمندر سے ملتا ہے، وہ مقام ’دہانہ‘ کہلاتا ہے۔

۴

تین کچھوے

اطہر پرویز

پیدائش: ۲۵ر ستمبر ۱۹۲۵ء وفات: ۱۰ر مارچ ۱۹۸۴ء

اطہر پرویز اُردو کے مشہور ادیب اور محقق ہیں۔ ان کی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ انھوں نے بچوں کے لیے بھی کتابیں لکھی ہیں جن میں ایک دن کا بادشاہ، نجومی آپا، ایک نائی اور رنگساز کا قصہ وغیرہ مشہور ہیں۔

یہ ایک لوک کہانی ہے۔ لوک کہانیاں زیادہ تر سنی سنائی ہوتی ہیں اور ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچ جاتی ہیں۔ ان میں بتائی ہوئی عقل مندی کی باتیں ہماری سمجھ میں آسانی سے آ جاتی ہیں۔ ایسی کہانیاں ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔ اس کہانی میں اُردو کے معروف ادیب اطہر پرویز نے بڑے دلچسپ انداز میں یہ بتایا ہے کہ ایک دوسرے پر اعتبار نہ کرنے سے کیسی مضحکہ خیز صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے، تین کچھوے پانی میں رہتے رہتے اُکتا گئے۔ انھوں نے سوچا کہ پہاڑوں کی سیر کرنا چاہیے جہاں سمندر کی طرح طوفان نہیں آتے اور ہر وقت امن وسکون ہوتا ہے۔ یہ سوچ کر تینوں پہاڑ کی سیر کے لیے نکل پڑے۔ انھوں نے اپنے ساتھ کھانے کا بہت سا سامان لیا۔ ان کا سفر بہت لمبا تھا کیونکہ سمندر سے پہاڑ کا فاصلہ سیکڑوں میل کا تھا۔ پھر یہ کہ کچھوے رینگ کر ہی تو چلتے ہیں۔

تینوں کچھوے پہاڑ کی طرف چلتے رہے۔ چلتے رہے۔ راستہ لمبا تھا اور ہر طرف جھاڑ جھنکاڑ۔ لیکن کچھوے بھی دُھن کے پکّے تھے۔ وہ ہر تکلیف کا مقابلہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ آخرکار ان کو بہت دور پہاڑ دِکھائی دیے جو برف سے ڈھکے ہوئے تھے۔ ان کو یہاں پہنچتے پہنچتے بیسیوں سال گزر گئے۔ اتنے دنوں کے بعد جو انھیں منزل دِکھائی دی تو ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ انھوں نے پہاڑ کے دامن میں ایک اچھی سی جگہ پسند کی اور سوچا کہ یہاں کچھ دن آرام کریں۔

ہوا ہلکے ہلکے چل رہی تھی۔ سردی کا زمانہ تھا لیکن کچھوے کا خول اتنا موٹا اور سخت ہوتا ہے جیسے فولاد۔ اس پر سردی کا کیا اثر ہوتا۔ برفیلی ہوائیں آتیں تو کچھوے اپنا منہ موٹے خول میں چھپا لیتے۔ انھیں پتا بھی نہ چلتا کہ ہوا کتنی ٹھنڈی ہے۔

کچھووں کو یہاں پہاڑ کے دامن میں بہت اچھا لگا۔ انھیں اس بات پر حیرت ہوئی کہ آدمی بھی کیسا بے وقوف ہے جو اتنی اچھی جگہ چھوڑ کر سمندروں میں گھومتا پھرتا ہے۔ ان کو بہت زور کی بھوک لگی۔ وہ کھانے کی تیاری کرنے لگے۔ انھوں نے بہت سے بڑے بڑے پتّے اکٹھے کیے۔ بڑے سلیقے سے ان پتّوں پر اپنا کھانا رکھا۔ جب کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو دیکھا کہ یہاں پانی کا نام ونشان بھی نہیں۔ ہر طرف برف ہی برف ہے۔ تب انھیں خیال آیا کہ اب کھانے کے بعد پینے کے لیے پانی کہاں سے آئے گا؟ پھر اگر پاس پڑوس میں پانی ملا بھی تو پتا نہیں کیسا ہو؟ ان کی عادت سمندر کا پانی پینے کی تھی۔ اسی سے ان کا کھانا ہضم ہوتا تھا۔ تینوں کچھوے سوچ میں پڑ گئے۔ ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کیا جائے۔ وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ تب بڑے کچھوے نے منجھلے کچھوے سے کہا، ”تم جاؤ اور سمندر سے پانی لے آؤ۔ پھر ہم اطمینان سے

بیٹھ کر کھائیں گے۔“

منجھلا کچھوا بولا، ”میری رائے تو یہ ہے کہ چھوٹے کچھوے کو جانا چاہیے۔ وہ اس وقت بھی خاصا چست و چالاک معلوم ہوتا ہے، میں تو بہت تھک گیا ہوں۔“

چھوٹے کچھوے نے بہت آنا کانی کی مگر دونوں اس کے پیچھے پڑ گئے اور اس کی ایک نہ چلی۔ مجبُور ہو کر چھوٹے کچھوے کو ان کی بات ماننی پڑی۔ وہ بولا، ”میں چلا تو جاؤں گا مگر مجھے یقین ہے میرے جانے کے بعد تم میرا انتظار کیے بغیر کھانا چٹ کر جاؤ گے۔“

دونوں کچھوؤں نے کہا، ”یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ہم تمھارا انتظار کریں گے، کرتے رہیں گے۔“

چھوٹا کچھوا سنجیدگی سے بولا، ”مجھے یقین ہے کہ تم میرا انتظار نہیں کرو گے۔“ مگر دونوں نے بڑی خوشامد کی اور اس سے خوب پکّا وعدہ کر لیا کہ جب تک تم نہ آ ؤ گے، ہم کھانے کو ہاتھ نہ لگائیں گے۔

آخر چھوٹا کچھوا چلا گیا۔ اب دونوں کچھوے بیٹھے انتظار کرتے رہے۔ انتظار کرتے کرتے مہینے گُزر گئے، سال گُزر گئے۔ دس سال گُزرے، بیس سال گُزرے، تیس سال گُزرے، چالیس سال گُزرے، یہاں تک کہ پچاس سال گُزر گئے مگر چھوٹے کچھوے کو نہ آنا تھا، نہ آیا۔ اب تو ان دونوں کا مارے بھوک کے بُرا حال ہو گیا۔ اُن کو یقین ہو گیا کہ ضرور کوئی نہ کوئی حادثہ پیش آیا ہے ورنہ، کوئی وجہ نہ تھی کہ چھوٹا کچھوا پانی لے کر نہ آتا۔ انھوں نے سوچا اب زیادہ انتظار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اگر اس کو آنا ہوتا تو اب تک آ جاتا۔

آخر بھوک سے بے قابُو ہو کر دونوں کچھوے کھانے کی طرف بڑھے۔ انھوں نے ابھی کھانے میں ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ چھوٹا کچھوا چٹان کے پیچھے سے اچانک سامنے آیا اور بولا، ”میں جانتا تھا کہ تم دونوں ہرگز میرا انتظار نہ کرو گے اسی لیے تو میں پانی لانے گیا ہی نہیں۔ یہیں بیٹھا ہوا سب دیکھ رہا تھا۔“

دونوں کچھوے بھونچکّا رہ گئے۔ کہتے تو کیا کہتے!

****

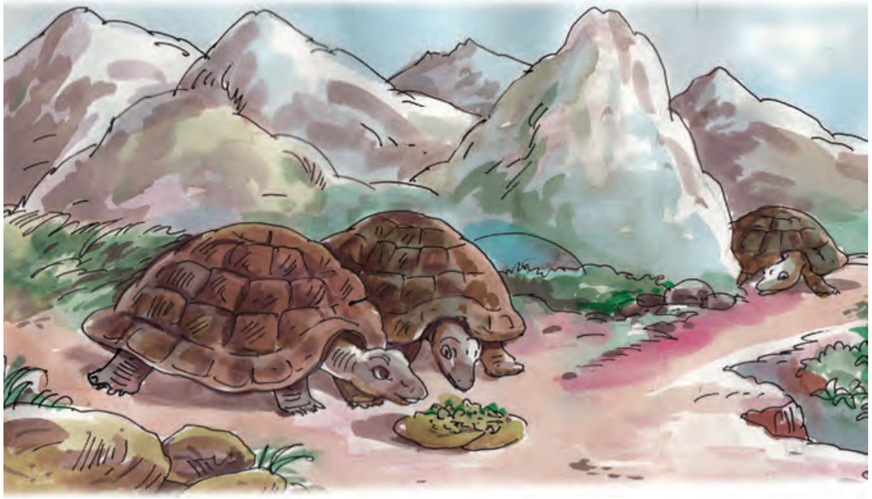

جھاڑ جھنکاڑ	-	جھاڑیاں	آنا کانی کرنا	-	بہانے کرنا
دُھن کا پکّا ہونا	-	ارادے کا پکّا ہونا	ایک نہ چلنا	-	کوئی بہانہ کام نہ آنا
خوشی کا ٹھکانا نہ رہنا	-	بہت خوش ہونا	چٹ کر جانا	-	سب کچھ کھا جانا
نام ونشان نہ ہونا	-	موجود نہ ہونا	بھونچکّا رہ جانا	-	بہت حیران ہونا

مشق

❋ ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ کچھوے کہاں رہتے تھے؟
۲۔ وہ جملہ لکھیے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سمندر سے پہاڑ کا فاصلہ زیادہ تھا۔
۳۔ پہاڑ کس چیز سے ڈھکے ہوئے تھے؟
۴۔ کچھووں نے آرام کے لیے کون سی جگہ پسند کی؟
۵۔ دونوں کچھووں نے چھوٹے کچھوے سے کیا وعدہ کیا؟
۶۔ دونوں کچھووں نے کھانا شروع کرنا چاہا تو کیا ہوا؟

❋ اس سبق سے ایک جملے میں جواب والے مزید پانچ سوال بنائیے اور ان کے جواب لکھیے۔

❋ وجہ بتائیے۔

۱۔ کچھووں نے سوچا کہ پہاڑوں کی سیر کرنا چاہیے۔
۲۔ کچھووں کو دھن کے پکّے کہا گیا ہے۔
۳۔ کچھووں نے آدمی کو بے وقوف کہا۔
۴۔ کچھووں کی عادت سمندر کا پانی پینے کی تھی۔

❋ مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ کچھوے سردی کا مقابلہ کس طرح کرتے تھے؟
۲۔ کچھووں نے کھانا کھانے کے لیے کیا انتظام کیا؟
۳۔ سمندر سے پانی لانے کے لیے منجھلے کچھوے نے کیا رائے دی؟
۴۔ چھوٹا کچھوا پانی لانے کے لیے جانے سے کیوں کترا رہا تھا؟
۵۔ دونوں کچھووں کو کس بات کا یقین ہو گیا؟

❋ ذیل کے الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

رہتے رہتے ، پہنچتے پہنچتے ، ہلکے ہلکے ، بڑے بڑے

❄ کس نے کس سے کہا۔

۱۔ "تم جاؤ اور سمندر سے پانی لے آؤ۔ پھر ہم اطمینان سے بیٹھ کر کھائیں گے۔"

۲۔ "میری رائے تو یہ ہے کہ چھوٹے کچھوے کو جانا چاہیے۔"

۳۔ "ہم تمھارا انتظار کریں گے، کرتے رہیں گے۔"

۴۔ "میں جانتا تھا کہ تم دونوں ہرگز میرا انتظار نہ کرو گے۔"

❄ ذیل کے سوالوں کے متعلق اپنے دوستوں سے بات چیت کیجیے۔

۱۔ کیا دونوں کچھوؤں کا کھانا شروع کرنا درست تھا؟

۲۔ کیا چھوٹے کچھوے کا چٹان کے پیچھے چھپے رہنا صحیح تھا؟

سرگرمی:

۱۔ اپنے دوست کو 'خرگوش اور کچھوے' کی کہانی سنائیے۔

۲۔ صفحہ ۱۴ پر دی ہوئی تصویر کو چار پانچ جملوں میں بیان کیجیے۔

۳۔ اپنے استاد سے معلوم کیجیے کہ کچھوے کی اوسط عمر کیا ہوتی ہے؟

3SKI9Z

آئیے زبان سیکھیں

پچھلی جماعت میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ اسم کی کیفیت یا حالت بتانے والے لفظ کو **صفت** کہتے ہیں، مثال کے طور پر یہ جملے دیکھیے:

ایک ٹوٹا پھوٹا مکان تھا۔ وہاں ایک عورت پرانی رضائی اوڑھے لیٹی تھی۔ گندے کپڑوں میں دو بچے زمین پر بیٹھے تھے۔

ان جملوں میں 'ٹوٹا پھوٹا مکان/ پرانی رضائی/ گندے کپڑے' لفظوں میں 'ٹوٹا پھوٹا، پرانی، گندے' صفت ہیں۔ جو 'مکان، رضائی، کپڑوں' کی حالت بتانے والے الفاظ ہیں۔ یہ دوسرے الفاظ اسم ہیں۔ ان کی صفت ساتھ آنے سے انھیں **موصوف** بھی کہتے ہیں۔

صفت	موصوف
ٹوٹا پھوٹا	مکان
پرانی	رضائی
گندے	کپڑے

نیچے دیے ہوئے جملوں میں صفت اور موصوف تلاش کر کے لکھیے۔

۱۔ انھیں ایک اچھی جگہ پسند آئی۔

۲۔ وہ اپنا منہ موٹے خول میں چھپا لیتے۔

۳۔ وہاں برفیلی ہوائیں چل رہی تھیں۔

۴۔ انھوں نے بڑے بڑے پتّے اکٹھّا کیے۔

۵۔ دونوں نے اس سے خوب پکّا وعدہ کرلیا۔

۶۔ چھوٹا کچھوا پانی لینے گیا۔

اُمّید

مولانا الطاف حسین حالؔی

پیدائش: ۱۸۳۷ء وفات: ۳۱؍دسمبر ۱۹۱۴ء

مولانا الطاف حسین حالؔی پانی پت میں پیدا ہوئے۔ انھیں پڑھنے کا اس قدر شوق تھا کہ وہ تعلیم حاصل کرنے کے لیے گھر بار چھوڑ کر دہلی چلے گئے جہاں انھوں نے مختلف علوم سیکھے۔ حالؔی نے بچوں کے لیے بھی اچھی اچھی نظمیں لکھیں۔ 'یادگارِ غالب'، 'مدو جزرِ اسلام'، 'حیاتِ جاوید' وغیرہ ان کی مشہور کتابوں کے نام ہیں۔ حالؔی کا انتقال پانی پت میں ہوا۔

اس نظم میں حالؔی نے انسان کی زندگی میں 'اُمّید' کی اہمیت کا ذکر کیا ہے۔

جب کوئی ناؤ ڈگمگاتی ہے آس جب دل کی ٹوٹ جاتی ہے
ساری دنیا نظر چُراتی ہے صرف اُمّید کام آتی ہے
یہ اگر دِل سے کوچ کرجائے
آدمی تِلملا کے مَرجائے

صبح و شام اور رات دِن مالی باغ کی کررہا ہے رکھوالی
پھوؤل پتّوں سے گود ہے خالی آس نے جی میں جان ہے ڈالی
گرم جھونکے جو دِل جلاتے ہیں
پھوؤل اُمّید کے لُبھاتے ہیں

جب کہ آتا ہے امتحاں سر پر اور کتابوں کے دیکھ کر گٹھّر
ٹوٹ جاتی ہیں ہمّتیں اکثر دِل سے اُمّید کہتی ہے بڑھ کر
اُٹھ ! سبق یاد کر ، اُداس نہ ہو
پھر یہ ممکن نہیں کہ پاس نہ ہو

غم کرے کس لیے اُداس ہمیں کامیابی کی جب ہے آس ہمیں
محنتوں سے نہیں ہِراس ہمیں اپنی اُمّید کا ہے پاس ہمیں
کتنی پیاری ہے ، کیا سُہانی ہے
دِل کی مَلکہ ہے ، مَن کی رانی ہے

نظر چُرانا	- بچنے کی کوشش کرنا	رکھوالی کرنا	- حفاظت کرنا
کام آنا	- مدد کرنا	ہِراس	- خوف، ڈر، نا اُمیدی

مشق

❋ **ایک جملے میں جواب لکھیے۔**

۱۔ ناؤ کب ڈگمگاتی ہے؟

۲۔ اُمّید کب کام آتی ہے؟

۳۔ باغ کی رکھوالی کون کرتا ہے؟

۴۔ ہمّتیں کب ٹوٹ جاتی ہیں؟

۵۔ اُمّید دِل سے کیا کہتی ہے؟

۶۔ آخری بند میں شاعر نے اُمید کو کیا کہا ہے؟

❋ **درج ذیل اشعار کی تشریح کیجیے۔**

۱۔ گرم جھونکے جو دِل جلاتے ہیں — پھُول اُمّید کے لُبھاتے ہیں

۲۔ اُٹھ ! سبق یاد کر ، اُداس نہ ہو — پھر یہ ممکن نہیں کہ پاس نہ ہو

❋ **اس نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔**

سرگرمی:

اس نظم میں لفظ 'پاس' الگ الگ معنوں میں آیا ہے۔ اپنے استاد سے ان کا فرق معلوم کیجیے۔

٦

گپ بازی کی سزا

عصمت چُغتائی

پیدائش: ۲۱/اگست ۱۹۱۵ء وفات: ۲۴/اکتوبر ۱۹۹۱ء

عصمت چغتائی بدایوں میں پیدا ہوئیں۔ ان کا خاندانی نام عصمت خانم چغتائی ہے۔ عصمت چغتائی افسانہ نگار کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ 'کلیاں'، 'شیطان'، 'چوٹیں' اور 'چھوئی موئی' ان کے افسانوں کے مجموعے ہیں۔ 'ٹیڑھی لکیر' اور 'ایک قطرۂ خون' ان کے مشہور ناول ہیں۔ اُن کی کہانیوں میں خواتین کی بول چال، رہن سہن اور ان کی خواہشوں اور تمناؤں کی بھرپور عکاسی ملتی ہے۔

گپ مارنا بُری عادت ہے۔ اگر کوئی شخص گپ باز مشہور ہو جائے تو پھر اُس کی سچی باتوں کا بھی لوگوں کو یقین نہیں آتا۔ اس سبق میں ایک ایسے ہی بچّے کی کہانی ہے جو اکثر گپ مارا کرتا اور بڑوں کے منع کرنے کے باوجود اپنی اس عادت سے باز نہ آتا تھا۔ اس عادت کی بنا پر ایک دن وہ بڑی مشکل میں پھنس جاتا ہے۔

ذیل کا سبق بچوں کے لیے لکھے گئے عصمت چغتائی کے ناول 'تین اناڑی' سے لیا گیا ہے۔

بلو کو ہمیشہ سے گپّیں مارنے کا شوق تھا۔ ایسی ایسی ہانکتے کہ بس کیا بتائیے۔ ایک دن کہنے لگے، "آئس لینڈ میں برف ہی برف ہوتی ہے۔ لوگ برف کے گھروں میں رہتے ہیں۔ وہاں برف کی سڑکیں، برف کے سنیما گھر، برف کے اسکول ہوتے ہیں۔ وہاں سب پیڑ برف کے ہوتے ہیں۔ آئس کریم کی نارنگیاں، کیلے، ناشپاتیاں، امرود، اناناس اور آم ہوتے ہیں۔ وہاں بھیڑیں اور بکریاں چاکلیٹ آئس کریم کی ہوتی ہیں اور برف کی لال لال آگ پر برف کی روٹیاں پکتی ہیں۔"

"بے وقوف! برف کی کیسے آگ سلگ سکتی ہے۔" جمّو سے زیادہ ضبط نہ ہو سکا۔

"جلتی ہے۔ ہمیں معلوم ہے۔"

"نہیں بیٹے! برف کی آگ نہیں جلتی۔" ابّا نے نہایت عالمانہ انداز میں عینک کے اوپر سے جھانک کر سمجھایا۔

"نہیں ابّا.... جلتی ہے۔" بلو نے بگڑ کر کہا۔

"تم نہایت بے وقوف ہو۔ نرے احمق....!" ابّا نے ڈانٹ کر ثابت کر دیا کہ بلو گپ ہانک رہا ہے۔

بلو کا بہت مذاق اُڑا اور ایک دم سے ان کی گپ بازی کی دھوم مچ گئی۔ اب تو یہ حال ہو گیا کہ اگر بلو کہتے "امّاں ہمیں بھوک لگی ہے" تو کوئی یقین نہ کرتا۔

ایک دن جب بلو اپنے کمرے میں سونے کے لیے گئے تو وہاں سے سرپٹ دوڑتے ہوئے آئے اور دادی امّاں کی گود میں چڑھ گئے۔

"اے بلو، سوتے کیوں نہیں، جاؤ اپنے کمرے میں۔" دادی امّاں بولیں۔

"نہیں۔"

”کیوں؟“

”شیر!“

”شیر! کیسا شیر؟“

”شیر!...... اِتنا بڑا!!“ .... جتنے ہاتھ پھیل سکے پھیلا کر بلو نے ناپ بتایا۔

”کہاں ہے شیر؟“ ابّا جان نے غصّہ کر کے پوچھا۔

”ہمارے پلنگ کے نیچے۔“

”پھر تم جھوٹ بولے۔“ ابّا نے بڑی بڑی آنکھیں نکالیں۔

”سچ.... اللہ قسم!“

”جھوٹا کہیں کا....“ دادی امّاں نے زور کا دھپ جمایا اور بلو کو اپنی گود سے بیگن کی طرح لڑھکا دیا۔

”چل سیدھی طرح جا کے سو اپنے کمرے میں ....“ امّاں نے للکارا۔

”نہیں..... امّاں..... شیر!“

”ہر وقت جھوٹ بولتا ہے۔“ امّاں بولیں۔

”کس قدر گپّیں تراشتا ہے نالائق۔“ ابّا نے رائے دی۔

”ڈرپوک بنا دیا ہے امّاں باوا نے لاڈ کر کے۔ دو کوڑی کا نہیں رہا بچّہ۔“ دادی امّاں نے طعنہ مارا۔

بڑی دیر تک بلو کے جھوٹ پر تبصرہ ہوتا رہا۔ پھر لوگ اِدھر اُدھر کی باتوں میں بلو اور شیر دونوں کو بھول گئے۔ سب سونے کا پروگرام بنا ہی رہے تھے کہ میوہ رام مالی بوکھلایا ہوا آیا۔

”مجیب میاں، باہر داروغہ جی کھڑے ہیں۔“

دادی امّاں بڑبڑائیں، ”لوگ پیچھا ہی نہیں چھوڑتے۔ جان کو لگ گئے ہیں۔“

”ارے بلاؤ، بلاؤ.... آیئے انسپکٹر صاحب۔ کیسے تکلیف فرمائی؟“ ابّا نے چبوترے پر سے پکارا۔

انسپکٹر کے ساتھ ایک گچھّے دار مونچھوں والے صاحب بھی تھے۔ وہ میوہ رام سے بھی زیادہ سٹپٹائے ہوئے تھے۔ دو چار لاٹھی بند کانسٹیبل بھی تھے۔ ابّا گھبرائے، کیا گڑبڑ ہوگئی؟

”خیریت تو ہے؟“ ابّا نے پوچھا۔

”ویسے سب خیریت ہے۔ یہ سرکس کے منیجر صاحب ہیں۔“ اُنھوں نے گچھّے دار مونچھوں والے کی طرف اشارہ کیا۔

”آداب عرض! آپ سے مل کر بڑی مسرّت ہوئی۔“ ابّا بولے۔

”صاحب!.... وہ بات یہ ہے کہ سرکس کا ایک شیر چھوٹ گیا ہے۔“

”شیر!“

"جی، شیر ... نہایت خوں خوار ہے۔ کل رنگ ماسٹر کو بھی بھنبھوڑ ڈالا ہوتا، بال بال بچے۔ ابھی آپ کے پڑوس سے رئیس صاحب نے فون کیا کہ ایک عدد شیر آپ کے باغ میں گھومتا دیکھا گیا ہے۔

"با.... باغ.... شیر.... بلو!" ابّا مونڈھے پر ڈھلک گئے۔

"بلو سچ کہہ رہا تھا۔" اُنھوں نے سہم کر بلو کے کمرے کی طرف دیکھا جس کا ایک دروازہ باغ کی طرف کُھلتا تھا۔

"ہائے ... لوگو، میرا بلو ....!" امّاں جو کمرے سے سب کچھ سُن رہی تھیں، پچھاڑ کھا کر گدّے پر گریں۔ پھر اُٹھ کر وہ دوڑیں بلو کے کمرے کی طرف۔ اگر ابّا نے اُنھیں پکڑ نہ لیا ہوتا تو وہ سیدھی شیر کے جبڑوں میں گُھس جاتیں۔

"ہائے میرا بچّہ ..... ارے، مجھے تو پہلے ہی معلوم تھا کہ تم لوگوں پر بھاری ہے بچّہ ... اس کی جان لے کر چین آیا۔" حسبِ دستور دادی امّاں نے گھبرائے ہوئے امّاں اور ابّا کی ٹانگ لی۔

"ہائے میرا ننھّا مُنّا بلو۔ شیر نے چبا ڈالا، اور اُس نے ڈر کے مارے آواز بھی تو نہیں نکالی۔" خالہ امّاں رونے لگیں اور جمّو، شبّو بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

ابّا کا بُرا حال ہوگیا۔ وہ تو خالی ہاتھ ہی گُھس کر شیر سے گُتھ جانا چاہتے تھے۔ ان کا بس نہ تھا کہ شیر کے حلق میں ہاتھ ڈال کر اپنے لاڈلے بلو کو نکال لائیں۔ لوگوں نے بڑی مشکل سے انھیں دلاسا دیا۔ بندوقیں اور لاٹھیاں لے کر سب آہستہ آہستہ بلو کے کمرے کی طرف بڑھے۔ اندر جھانکا تو دو بڑے بڑے انگارے پلنگ کے نیچے دہک رہے تھے۔ شیر پلنگ کے نیچے تھا

لیکن ببلو کا کہیں پتا نہیں تھا۔

گھر میں کُہرام مچ گیا۔ سرکس کے منیجر پنجرہ ساتھ لائے تھے۔ بڑی مشکل سے شیر کو پنجرے میں ڈالا گیا۔

"تعجّب ہے! نہ خون کے نشانات ہیں نہ ہڈّیاں!" انسپکٹر صاحب بولے۔

"ارے، وہ نگوڑا تھا ہی کتّا۔ ہائے میرا پھول سا ببلو!" دادی اماں کو غش آنے لگا۔

ایک دم آپا کی فلک شگاف چیخ فضا میں گونجی اور وہ لڑکھڑاتی آ کر چوکی پر گریں۔ "بی بی..... ببلو!" جیسے اُنھوں نے بھوت دیکھ لیا ہو۔

"کہاں.....کدھر؟" سب نے اُنھیں ہلا ڈالا۔

"غو.....غو.....غسل خانہ....."

امّاں دوڑیں۔ ابّا نے لپک کر انھیں پکڑ لیا۔ ببلو کی کٹی پھٹی لاش دیکھ کر کہیں وہ پاگل نہ ہو جائیں۔ کلیجا تھامے ابّا اور میوہ رام روتے بلبلاتے غسل خانے میں پہنچے لیکن وہاں کوئی لاش نہ تھی۔ ہاں، ببلو میاں گٹھری بنے گھڑے کے پاس اُکڑوں بیٹھے اونگھ رہے تھے۔

"نامعقول یہاں بیٹھا ہے اور ہم ناحق پریشان ہو رہے ہیں۔" ابّا نے ایک چپت لگائی اور کان پکڑ کر ببلو کو اُٹھا لیا۔

کہاں ماتم ہو رہا تھا، کہاں ایک دم شادیانے بجنے لگے۔ سب نے ببلو کو گلے لگایا۔ ان کے اتنے لاڈ ہوئے، اتنے صدقے اُتارے گئے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ابھی ابھی اللہ میاں کے ہاں سے تشریف لا رہے ہیں۔ اس دِن سے ببلو میاں نے گپ بازی بالکل چھوڑ دی۔

****

عالمانہ	-	عالم جیسا	نِگوڑا	-	نکمّا
اِتّا	-	اتنا	کِتّا	-	کتنا
سرپٹ دوڑنا	-	تیز دوڑنا	غش آنا	-	چکّر آنا
تبصرہ	-	رائے، رائے زنی	فلک شِگاف چیخ	-	تیز چیخ
مُونڈھا	-	بید کی کرسی	ناحق	-	بِلا وجہ
ٹانگ لینا	-	ڈانٹنا، برا بھلا کہنا	شادیانے بجنا	-	خوشی کا ماحول بن جانا
گُتھ جانا	-	لڑائی کرنا	صدقہ اُتارنا	-	اُتارا اُتارنا، کسی کے نام سے کوئی چیز خیرات کرنا
کہرام مچ جانا	-	ہنگامہ ہو جانا			

مشق

ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ ببلو کو کس بات کا شوق تھا؟

۲۔ کس ملک کے لوگ برف کے گھروں میں رہتے ہیں؟

۳۔ ببلو دادی امّاں کی گود میں کیوں چڑھ گئے؟

۴۔ مالی نے کس کے آنے کی خبر دی؟

۵۔ گچھے دار مونچھوں والا کون تھا؟

۶۔ ببلو کے کمرے میں کون تھا؟

۷۔ ببلو کی بات پر کسی کو یقین کیوں نہیں آیا؟

۸۔ ببلو غسل خانے میں کیا کر رہے تھے؟

مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ ببلو نے آئس لینڈ کے بارے میں کیا بتایا؟

۲۔ ببلو کے کمرے میں شیر کو دیکھنے کے بعد امّاں اور ابّا جان کا کیا حال ہوا؟

۳۔ ابّا جان نے امّاں کو ببلو کے کمرے میں جانے سے کیوں روکا؟

ذیل کے محاوروں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

گپّیں مارنا، آنکھیں نکالنا، دو کوڑی کا نہ رہنا، جان کو لگ جانا، کہرام مچ جانا، شادیانے بجنا

سبق کی مدد سے لکھیے کہ ذیل کے جملے صحیح ہیں یا غلط۔

۱۔ ببلو کو کتابیں پڑھنے کا شوق تھا۔

۲۔ میوہ رام مالی بوکھلایا ہوا آیا۔

۳۔ ببلو کی باتوں پر سب یقین کرتے تھے۔

۴۔ شیر پلنگ کے نیچے تھا۔

۵۔ ببلو باورچی خانے میں اکڑوں بیٹھے اونگھ رہے تھے۔

غور کر کے بتائیے۔

3T4ADA

۱۔ ببلو نے گپ بازی کیوں چھوڑ دی؟

۲۔ اس سبق کا عنوان 'گپ بازی کی سزا' ہے۔ آپ اس کا کوئی دوسرا مناسب عنوان تجویز کیجیے۔

سرگرمی:

'بھیڑیا آیا' ایک بہت مشہور کہانی ہے۔ اپنے استاد سے یہ کہانی معلوم کیجیے اور اسے اپنے الفاظ میں لکھیے۔

آئیے زبان سیکھیں

آپ ضمیروں کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔ 'میں، تم، وہ، آپ' وغیرہ **ضمیرِ شخصی** ہیں۔

ذیل کے جملے غور سے پڑھیے۔

۱۔ ان کے لیے اللہ اور اس کا رسولؐ کافی ہیں۔

۲۔ نیک کام میں میری مدد کرو۔

۳۔ ان کی گپ بازی کی دھوم مچ گئی۔

۴۔ ہائے، میرا بچہ!

۵۔ شیر آپ کے باغ میں دیکھا گیا ہے۔

ان جملوں میں 'اس کا، میری، ان کی، میرا، آپ کے' الفاظ کا کچھ اسموں سے تعلق بتایا گیا ہے جیسے 'اس کا' سے مراد 'اللہ کا'، 'میری' کا تعلق 'مدد' سے ہے، 'آپ کے' کا تعلق 'باغ' سے ہے۔ تعلق بتانے والی ان ضمیروں کو **'ضمیرِ اضافی'** کہتے ہیں۔

ان جملوں میں ضمیرِ اضافی تلاش کر کے لکھیے۔

۱۔ اے لوگو! میں تمھارا حاکم بنایا گیا ہوں۔

۲۔ آپؐ کے جاں نثاروں کو بہت ستایا جاتا تھا۔

۳۔ ہائے لوگو! میرا ببلو!

پرانی موٹر کار

شاعرؔ لکھنوی

پیدائش: ۱۶؍نومبر ۱۹۱۷ء وفات: ۲۳؍ستمبر ۱۹۸۹ء

شاعرؔ لکھنوی نے اپنی مزاحیہ نظموں میں روزمرہ کی چیزوں کو پُر مذاق انداز میں بیان کیا ہے۔ 'پرانی موٹر کار' بھی ان کی ایسی ہی نظم ہے۔

موٹر کار جب بہت زیادہ پرانی ہوجاتی ہے تو اس کے چلنے اور چلانے میں بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسی ہی پرانی کار کے نقشے کو شاعر نے اتنے دلچسپ انداز میں پیش کیا ہے کہ پڑھتے وقت بے ساختہ ہنسی آجاتی ہے۔

سمجھنا مِزاج اس کا دشوار ہے
عَجَب کلّے ٹھلّے کی یہ کار ہے

چلی ، پھر رُکی ، پھر چلی ، پھر رُکی
سنبھالا جو دائیں تو بائیں جُھکی

جہاں دیدہ کاروں کی دادی ہے یہ
کہ قِسطوں میں چلنے کی عادی ہے یہ

شجر اور حجر آزمائے ہوئے
بڑے زخم باڈی پہ کھائے ہوئے

نئی دُھن بناتی ہے اک اک قدم
یہ گاتی زیادہ ہے ، چلتی ہے کم

نہ سمجھے گویّے بھی اب تک یہ راز
بجاتی ہے اک چال میں کتنے ساز

بھگائیں اگر تیز اس کو ذرا
تو سمجھو سڑک پر ہے انجن دھرا

ہر اک بات اس کی انوکھی ہے یار
بجاؤ جو بھونپو ، بج اُٹھتی ہے کار

پریشاں جو گرمی سے ہوں خاص و عام
تو مڈگارڈ پنکھوں کا دیتے ہیں کام

یہ پیتی ہے خوش رنگ مٹّی کا تیل
ہے اپنے زمانے کی طوفان میل

یقیں کیجیے آپ اس بات کا
یہ ماڈل ہے اُنّیس سو سات کا

****

دشوار	-	مشکل
عَجَب کلّے ٹھلّے کی	-	عجیب بناوٹ کی
جہاں دیدہ	-	دنیا دیکھا ہوا، مراد ہے بہت زیادہ عمر والا/ پرانا
قسط	-	حصّہ
شجر اور حجر آزمائے ہوئے	-	درختوں اور چٹانوں سے ٹکرانے کا تجربہ رکھنے والی
بڑے زخم باڈی پہ کھائے ہوئے	-	کار کو کئی حادثے پیش آچکے ہیں۔
زیادہ گاتی ہے	-	زیادہ شور کرتی ہے۔
بجاتی ہے اک چال میں کتنے ساز	-	چلتی ہے تو اس کے ہر پرزے سے کئی آوازیں نکلتی ہیں۔
دھرا رہنا	-	باقی رہنا، کھڑا رہ جانا
انوکھی	-	عجیب
خوش رنگ	-	اچھا رنگ
مٹّی کا تیل	-	یہاں مراد پٹرول
طوفان میل	-	ایک تیز رفتار ٹرین کا نام
یہ ماڈل ہے اُنّیس سو سات کا	-	یہ کار ۱۹۰۷ء کی بنی ہوئی ہے

مشق

❋ ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ کس کا مزاج سمجھنا دشوار ہے؟
۲۔ تیسرے شعر میں شاعر نے کار کو کیا کہا ہے؟
۳۔ کار کے قسطوں میں چلنے سے کیا مراد ہے؟
۴۔ کار کے شور مچانے کو شاعر نے کیا کہا ہے؟
۵۔ شاعر کے نزدیک کار کی کون سی بات انوکھی ہے؟
۶۔ شاعر نے طوفان میل کسے کہا ہے؟
۷۔ یہ کار کتنے سال پرانی ہے؟

❋ اس نظم میں شاعر نے پرانی کار کا جو نقشہ کھینچا ہے، اسے اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔

❋ درج ذیل اشعار کی تشریح کیجیے۔

۱۔ جہاں دیدہ کاروں کی دادی ہے یہ
کہ قسطوں میں چلنے کی عادی ہے یہ

۲۔ نہ سمجھے گویّے بھی اب تک یہ راز
بجاتی ہے اک چال میں کتنے ساز

۳۔ پریشاں جو گرمی سے ہوں خاص و عام
تو مڈگارڈ پنکھوں کا دیتے ہیں کام

❋ نظم کی مدد سے خانہ پُری کیجیے۔

۱۔ عجب .... کی یہ کار ہے
۲۔ کہ قسطوں میں چلنے کی .... ہے یہ
۳۔ نہ سمجھے .... بھی اب تک یہ راز
۴۔ تو سمجھو سڑک پر ہے .... دھرا
۵۔ یہ پیتی ہے خوش رنگ .... کا تیل

3TD6EX

سرگرمی :

'پرانی موٹر کار' کی طرح سائیکل، موٹر سائیکل پر بھی مزاحیہ نظمیں کہی گئی ہیں۔ استاد/ والدین کی مدد سے کوئی ایک نظم تلاش کیجیے اور اپنی بیاض میں خوش خط لکھیے۔

بہادر بچّے

سرفراز آرزو

پیدائش : ۲؍ستمبر ۱۹۵۶ء

سرفراز آرزو ممبئ میں پیدا ہوئے۔ گزشتہ پینتیس برسوں سے وہ صحافت، ادب اور مختلف تعلیمی اور سماجی اداروں سے وابستہ ہیں۔

ہمارے ملک میں جو بچّے غیر معمولی بہادری کا مظاہرہ کرتے ہیں، اُن کی بہت قدر کی جاتی ہے۔ اخبارات میں ان کی تصویریں چھپتی ہیں اور ان کے کارناموں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ عوامی جلسوں میں ان کی ہمت افزائی کی جاتی ہے۔ اس سبق میں مضمون نگار نے ایسے چند بچّوں کے سچّے واقعات بیان کیے ہیں جن کی غیر معمولی ہمّت اور بے مثال بہادری کی وجہ سے انھیں صدر جمہوریہ کے ہاتھوں اِنعامات سے نوازا گیا۔

ممبئ میں تیز بارش سے کبھی کبھی سیلابی صوُرت پیدا ہوجاتی ہے۔ لوگوں کا باہر نکلنا مشکل ہوتا ہے۔ ممبئ کے مانخورد علاقے میں چِلڈرن ایڈ سوسائٹی نامی ادارہ بچّوں کے لیے ایک بال گھر چلاتا ہے۔ ایک دن لگاتار بارش ہورہی تھی۔ باہر پانی کی سطح بڑھتی جارہی تھی اس لیے بال گھر کے بچّے ایک کمرے میں سہمے ہوئے بیٹھے تھے۔ ان بچّوں میں اسما بھی شامل تھی جسے دوسرے بچّے دیدی کہہ کر پکارتے تھے۔

اسما کو خدشہ محسوس ہوا کہ پانی اگر اسی طرح بڑھتا رہا تو سب بچّے ڈوب جائیں گے۔ یہ خیال آتے ہی وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے دو چھوٹے بچّوں کو کندھوں پر بٹھایا اور کیچڑ بھرے پانی میں اُتر پڑی۔ اسے تیرنا نہیں آتا تھا۔ اس کے باوجود گلے تک اونچے پانی میں آہستہ آہستہ چل کر اس نے ان دونوں بچّوں کو محفوظ مقام پر پہنچا دیا۔ اسما دوسرے بچّوں کو لے جانے کے لیے بار بار چکر لگاتی رہی۔ اس طرح اس نے چالیس بچّوں کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر خطرے سے باہر نکالا۔ یتیم خانے میں پلنے والی اس بہادر بچّی نے ہر بار اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر دوسرے بچّوں کی جان بچائی اور ہمّت اور قُربانی کی ایک عمدہ مثال قائم کی۔

ممبئ کی اسما کی طرح راجستھان کے ایک ۱۵؍سالہ لڑکے سُدھیر کی کہانی بھی بڑی ولولہ انگیز ہے۔ ایک رات وہ اپنے گھر میں بیٹھا تھا۔ اچانک بجلی چلی گئی اور پوُرا علاقہ اندھیرے میں ڈوب گیا۔ اسی وقت پڑوس سے کچھ عورتوں کے چیخنے چلّانے کی آوازیں سنائی دیں۔ وہاں خوُب تیز روشنی بھی دِکھائی دے رہی تھی۔ سدھیر کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ روشنی کیسی ہے۔ اس نے اپنے گھر کی دیوار سے چھلانگ لگائی اور پڑوس کے گھر میں پہنچ گیا۔ وہاں چاروں طرف دھواں پھیلا ہوا تھا اور کمرہ بھی بے حد گرم تھا۔ سُدھیر نے دیکھا ایک کونے میں چار عورتیں ڈری سہمی بیٹھی ہیں۔ وہ دھویں کی وجہ سے بار بار کھانس رہی ہیں اور مدد کے لیے چلّا رہی ہیں۔

کمرے کے وسط میں رکھی ہوئی گیس بتّی سے شعلے بلند ہورہے تھے۔ اس کے قریب ہی ایک گیس سلنڈر رکھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر سدھیر کو اندیشہ ہوا کہ گیس بتّی کبھی بھی پھٹ سکتی ہے۔ اگر اس کی آگ نے گیس سلنڈر کو اپنی لپیٹ میں لے

لیا تو بڑی تباہی آ جائے گی۔ اس نے اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے جلتی ہوئی گیس بتّی کو اُٹھایا، دوڑتا ہوا کمرے سے باہر نکلا اور اسے دور پھینک دیا۔ اس کے بعد وہ انتہائی پھرتی سے باہر سے مٹّی لا لا کر کمرے کی آگ پر ڈالتا گیا اور اسے بُجھانے میں کامیاب ہو گیا۔

اس دوران میں وہاں لوگوں کی بھیڑ جمع ہو چکی تھی۔ سب سدھیر کی تعریف کر رہے تھے۔ اس کی حاضر دماغی اور بہادری سے نہ صرف چار عورتوں کی جان بچ گئی بلکہ پورا محلّہ ایک بڑے نقصان سے بچ گیا۔

بہادری کے لیے قومی انعام پانے والوں میں جلگاؤں کے ایک طالب علم سنتوش کا بھی شمار ہے۔ ایک دن سنتوش اپنے اسکول سے لَوٹ رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ سڑک پر ایک کار میں آگ لگی ہے۔ کار میں دو بچّیاں پھنسی ہوئی ہیں۔ وہ روئے جا رہی ہیں اور زور زور سے چلّا رہی ہیں۔ لوگ خاموش تماشا دیکھ رہے ہیں۔ جلتی ہوئی کار کے پاس جانے کی کوئی ہمّت نہیں کر رہا ہے۔ سنتوش اس بھیڑ کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے کار کے ایک دروازے کو کھولنے میں کامیاب ہو گیا اور شعلوں میں گِھری ہوئی دونوں بچّیوں کو کار سے باہر نکال لایا۔ سارے لوگ سنتوش کی اس بہادری پر ششدر رہ گئے۔

یہ نہ سمجھا جائے کہ کچھ خاص بچّے ہی بہادر ہوتے ہیں۔ وقت پڑنے پر ہر بچّہ بہادری کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ مدھیہ پردیش کے ایک اسکول کی پانچویں جماعت میں پڑھنے والی اَنیتا بھی ایسی ہی ایک عام سی بچّی ہے۔ ایک روز وہ اپنی تین سہیلیوں کے ساتھ گھر کے قریب ایک نالے کے پاس سے گزر رہی تھی۔ اچانک اس کی سہیلی کویتا کو جانے کیا سوٗجھی کہ پانی میں اُتر کر کھیلنے لگی۔ سہیلیوں نے اُسے روکنا چاہا لیکن اس نے ایک نہ سُنی اور کھیلتی رہی۔ اتنے میں ایک بڑی لہر آئی اور کویتا کو گہرے پانی میں بہا لے گئی۔ وہ بھنور میں غوطے کھانے لگی۔ اَنیتا کی سہیلیاں یہ منظر دیکھ کر گھبرا گئیں اور بھاگ کھڑی ہوئیں۔ مگر اَنیتا کو گوارا نہ ہوا کہ اپنی سہیلی کو موت کے منہ میں چھوڑ کر اس طرح بھاگ جائے۔ اس نے بے خطر پانی میں چھلانگ لگا دی اور نالے کے کنارے اُگے ہوئے پودوں کو ایک ہاتھ سے مضبوطی سے پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ سے اپنی سہیلی کا ہاتھ پکڑ کر پوری طاقت سے اوپر کھینچنے لگی۔ آخر وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئی۔ اس نے اپنی سہیلی کو ڈوٗبنے سے بچا لیا۔

ہمارے ملک میں بچّوں کی بہادری کے ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ راجدھانی دہلی میں ہر سال ۲۶؍جنوری کو یومِ جمہوریہ کے موقع پر شاندار پریڈ ہوتی ہے اور طرح طرح کی جھانکیاں دِکھائی جاتی ہیں۔ اس موقع پر صدر جمہوریہ سے انعام حاصل کرنے والے ان بہادر بچّوں کو خصوصی طور پر اس پریڈ میں شامل کیا جاتا ہے۔ ان کی بہادری کے واقعات اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی وِژن کے ذریعے ملک کے کونے کونے میں پہنچائے جاتے ہیں۔ ان واقعات سے ہر شہری کو دوسروں کی مدد کرنے اور ان کے کام آنے کی ترغیب ملتی ہے۔

****

خدشہ	-	ڈر، خوف	مظاہرہ کرنا	-	عمل کر کے دِکھانا
ولولہ انگیز	-	جوش دلانے والا	غوطے کھانا	-	ڈوبنا
ششدر رہ جانا	-	حیران رہ جانا			

مشق

❋ ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ اس سبق میں کن بچوں کے واقعات بیان کیے گئے ہیں؟

۲۔ بچّے اسما کو کیا کہہ کر پکارتے تھے؟

۳۔ ایک رات سدھیر کہاں بیٹھا ہوا تھا؟

۴۔ انیتا اپنی سہیلیوں کے ساتھ کہاں سے گزر رہی تھی؟

۵۔ اس سبق میں بیان کیے گئے بہادری کے واقعات کن مقامات سے تعلق رکھتے ہیں؟

❋ مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ اسما نے بچوں کو کس طرح بچایا؟

۲۔ سدھیر نے کمرے کے اندر پہنچ کر کیا دیکھا؟

۳۔ سدھیر نے آگ پر کس طرح قابو پایا؟

۴۔ سنتوش نے سڑک پر کیا دیکھا؟

۵۔ سنتوش نے جلتی ہوئی کار سے بچیوں کو کس طرح بچایا؟

۶۔ انیتا نے اپنی سہیلی کو کس طرح بچایا؟

۷۔ بہادر بچوں کی ہمت افزائی کس طرح کی جاتی ہے؟

❋ وجہ بتائیے۔

۱۔ بال گھر کے بچے ایک کمرے میں سہمے ہوئے بیٹھے تھے۔

۲۔ لوگ سدھیر کی تعریف کر رہے تھے۔

۳۔ جلتی ہوئی کار کے پاس لوگ خاموش کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔

❋ سبق کی مدد سے لکھیے کہ ذیل کے جملے صحیح ہیں یا غلط۔

۱۔ اسما تیرنا جانتی تھی۔

۲۔ اسما نے چالیس بچوں کو ڈوبنے سے بچایا۔

۳۔ سدھیر دوڑتا ہوا پڑوس کے گھر میں پہنچا۔

۴۔ انیتا ساتویں جماعت میں پڑھتی تھی۔

۵۔ انیتا اپنی دوسہیلیوں کے ساتھ نالے کے پاس سے گزر رہی تھی۔

❋ مندرجہ ذیل کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

خدشہ ہونا ، ولولہ انگیز ، حاضر دماغی ، ششدر رہ جانا ، مظاہرہ کرنا

❋ ذیل کے سوال کے متعلق اپنے دوستوں سے بات چیت کیجیے۔

کسی دوسرے کی جان بچانے کے لیے لوگ اپنی جان کو خطرے میں کیوں ڈالتے ہیں؟

3TM2GK

سرگرمی:

اپنے استاد سے معلوم کیجیے کہ چلڈرن ایڈ سوسائٹی کی طرح اور کون سے ادارے سماج میں فلاحی کام انجام دیتے ہیں۔

آئیے زبان سیکھیں

ذیل کے جملے غور سے پڑھیے۔

ا۔ ماں مسکرائی۔

۲۔ سدھیر آیا۔

۳۔ بچہ رویا۔

ان جملوں میں 'ماں، سدھیر، بچہ' فاعل ہیں۔ 'مسکرائی، آیا، رویا' فعل ہیں۔ ان جملوں میں مفعول نہیں ہیں پھر بھی جملوں سے پوری بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ ایسے جملوں کے فعل کو 'فعل لازم' کہتے ہیں۔

ایسا فعل جو فاعل کے ساتھ مل کر جملے کا پورا مطلب واضح کر دے، اسے **'فعل لازم'** کہتے ہیں۔

مثلاً سونا، رونا، ہنسنا، جانا، بیٹھنا، آنا، مرنا، وغیرہ۔

اب یہ جملے دیکھیے۔

ا۔ اسما نے بچایا۔

۲۔ سدھیر نے اُٹھایا۔

ان جملوں میں اسما اور سدھیر فاعل ہیں۔ 'بچایا، اُٹھایا' فعل ہیں۔ پھر بھی جملے کا مطلب پورا نہیں ہوتا۔ جب ہم کہیں گے کہ 'اسما نے بچوں کو بچایا' اور 'سدھیر نے گیس بتی کو اُٹھایا' تبھی ان جملوں کا مطلب سمجھ میں آئے گا۔ ایسے فعل کو 'فعل متعدی' کہتے ہیں۔

وہ فعل جو اپنے فاعل کے ساتھ مل کر پورے معنی نہیں دیتا بلکہ اس کا مطلب پورا ہونے کے لیے مفعول بھی ضروری ہے، اسے **'فعل متعدی'** کہتے ہیں۔

ذیل کے جملوں سے مفعول تلاش کرکے لکھیے:

(ا) احمد نے خط لکھا۔

(۲) رامو دو آم لے کر آیا۔

(۳) بچّے گیند تلاش کر رہے ہیں۔

جگنو

سکندر علی وجدؔ

پیدائش : ۱۲؍فروری ۱۹۱۴ء وفات: ۱۶؍مئی ۱۹۸۳ء

سکندر علی وجدؔ ویجاپور (ضلع اورنگ آباد) میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد سے بی اے کیا پھر سوِل سروس امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ وہ مختلف اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز رہے اور سیشن جج کے عہدے سے سبک دوش ہوئے۔ وہ راجیہ سبھا کے رکن منتخب تھے۔ انھیں پدم شری کا اعزاز بھی عطا ہوا تھا۔ ان کی نظمیں 'اجنتا' اور 'ایلورا' بہت مقبول ہیں۔ 'اوراقِ مصوّر' ان کا مشہور شعری مجموعہ ہے۔ اس نظم میں برسات کی رات میں اُڑتے ہوئے جگنوؤں کا منظر پیش کیا گیا ہے۔

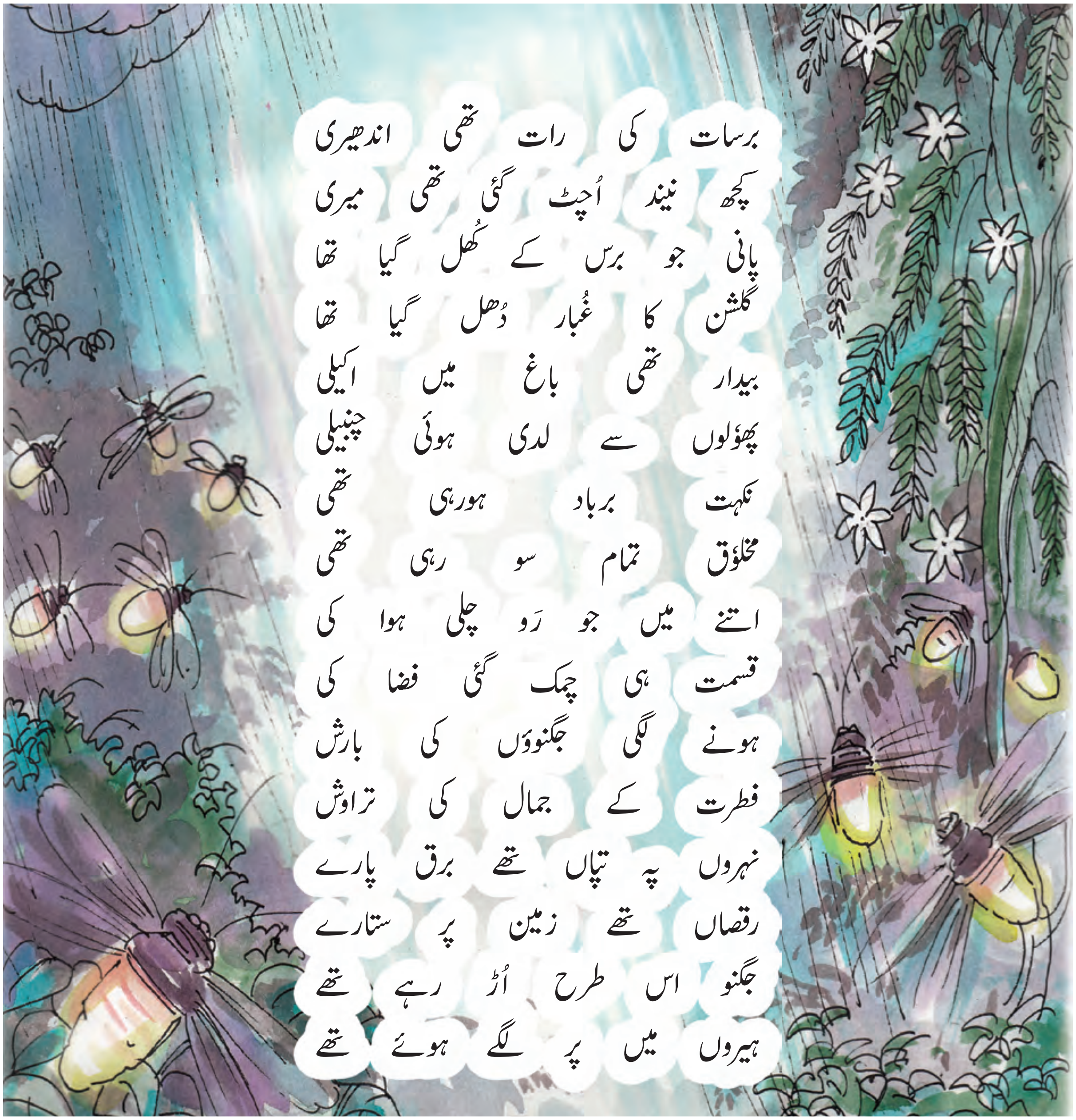

برسات کی رات تھی اندھیری
کچھ نیند اُچٹ گئی تھی میری
پانی جو برس کے کُھل گیا تھا
گلشن کا غُبار دُھل گیا تھا
بیدار تھی باغ میں اکیلی
پھولوں سے لدی ہوئی چنبیلی
نکہت برباد ہو رہی تھی
مخلوق تمام سو رہی تھی
اتنے میں جو رَو چلی ہوا کی
قسمت ہی چمک گئی فضا کی
ہونے لگی جگنوؤں کی بارش
فطرت کے جمال کی تراوش
نہروں پہ تپاں تھے برق پارے
رقصاں تھے زمین پر ستارے
جگنو اس طرح اُڑ رہے تھے
ہیروں میں پر لگے ہوئے تھے

ظلمت موتی لُٹا رہی تھی
پریوں کی برات جا رہی تھی
میں اس منظر میں کھو گیا تھا
ہر موئے تن آنکھ ہوگیا تھا

****

نکہت	خوشبو	ظلمت	اندھیرا
جمال	خوب صورتی	موئے تن	جسم کا رُواں
تراوش	چھڑکاؤ	ہر موئے تن آنکھ ہوگیا تھا	مراد مَیں اس منظر میں اس قدر کھو گیا تھا گویا میرے جسم کا رُواں رُواں اسے دیکھ رہا ہو۔
تپاں	گرم		
برق پارے	بجلیاں		
رقصاں تھے	ناچ رہے تھے		

مشق

ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ شاعر نے اس نظم میں کس موسم کا ذکر کیا ہے؟
۲۔ بارش کے بعد کا منظر کیسا تھا؟
۳۔ باغ میں اکیلا کون جاگ رہا تھا؟
۴۔ رات کے اندھیرے میں کیا چمک رہے تھے؟

مختصر جواب لکھیے۔

شاعر نے ایسا کیوں کہا ہے کہ ......

(الف) زمین پر ستارے ناچ رہے تھے
(ب) پریوں کی برات جا رہی تھی
(ج) جسم کا رواں رواں آنکھ بن گیا تھا

درج ذیل اشعار کی تشریح کیجیے۔

۱۔ ہونے لگی جگنوؤں کی بارش
فطرت کے جمال کی تراوش
۲۔ جگنو اس طرح اُڑ رہے تھے
ہیروں میں پر لگے ہوئے تھے

3TVXIB

ڈاکٹر رادھا کرشنن

ڈاکٹر محمد اسد اللہ

پیدائش: ۱۶؍جون ۱۹۵۸ء

ڈاکٹر محمد اسد اللہ وروڈ (ضلع امراوتی) میں پیدا ہوئے۔ ناگپور میں رہتے ہیں اور درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ وہ انشائیہ نگار اور مترجم ہیں۔ ان کی بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

۵؍ستمبر کو ہر سال 'یومِ اساتذہ' منایا جاتا ہے۔ اصل میں یہ تاریخ ڈاکٹر رادھا کرشنن کی تاریخِ پیدائش ہے جو ہمارے ملک کے دوسرے صدرِ جمہوریہ ہوئے ہیں۔ اس سبق میں اُن کی زندگی کے حالات کو دلچسپ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

۵ ستمبر ۱۸۸۸ء کو مدراس (چینّئی) کے ایک برہمن خاندان میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کی والدہ کا نام ترومتی سیتا اور والد کا نام ویراسوامی تھا۔ ماں باپ نے اس بچّے کا نام رادھا کرشنن رکھا۔ بڑے ہو کر رادھا کرشنن ایک عظیم فلسفی اور ماہرِ تعلیم کے طور پر مشہور ہوئے۔ آگے چل کر وہ ملک کے صدر بھی بنے۔

ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد رادھا کرشنن کو مشن اسکول میں داخل کیا گیا۔ اپنی ذہانت کے سبب وہ امتحان میں اچھے نمبرات حاصل کر لیا کرتے تھے۔ انھوں نے اعلیٰ تعلیم ویلّور اور چینّئی کے کالجوں میں مکمل کی۔ ۱۹۰۸ء میں فلسفے میں ایم۔اے کا امتحان پاس کر کے وہ پریسیڈنسی کالج چینّئی میں پروفیسر بن گئے۔ اپنی قابلیت، سادہ مزاجی اور ملنساری سے وہ طلبہ کے دل جیت لیتے تھے۔ جب ان کا تبادلہ میسور سے کلکتّہ ہوا تو الوداع کہنے کے لیے طلبہ نے انھیں ایک رتھ پر سوار کیا اور اسے کھینچتے ہوئے ریلوے اسٹیشن تک لے گئے۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن اپنے شاگردوں کی اس عقیدت اور محبّت سے بہت متاثّر ہوئے۔

ڈاکٹر رادھا کرشنن ایک کامیاب مدرّس تھے اور مصنّف بھی۔ ان کی تصانیف اور مرتّب کی ہوئی کتابوں کی تعداد

ڈیڑھ سو سے زیادہ ہے۔ طالب علمی کے زمانے میں، ویدوں کی تعلیمات سے متعلّق انھوں نے ایک کتاب لکھی۔ اس وقت وہ صرف بیس برس کے تھے۔ ان کی یہ کتاب بہت مشہور ہوئی جسے پڑھ کر رادھا کرشنن کے پروفیسر نے انھیں ایک سند دی تھی۔ یہ اُن کے لیے بڑا اعزاز تھا۔ ان کی ایک اور کتاب 'انڈین فلاسفی' دنیا بھر میں مشہور ہوئی۔ اسی بنیاد پر انھیں آکسفورڈ یونیورسٹی میں مدعو کیا گیا۔ اپنی تعلیمی لیاقت کی وجہ سے ۱۹۵۲ء میں وہ اس یونیورسٹی کے اعزازی فیلو بنائے گئے۔ وہ پہلے ہندوستانی تھے جنھیں یہ اعزاز حاصل ہوا۔

ڈاکٹر رادھا کرشنن ایک جادو بیان مقرّر تھے۔ وہ کئی زبانیں جانتے تھے۔ فلسفے اور دیگر علوم پر ان کی گہری نظر تھی۔ انگریزی میں روانی کے ساتھ تقریر کی صلاحیت کے سبب برٹش اکیڈیمی نے انھیں تقریر کی دعوت دی۔ حکومتِ ہند کی جانب سے انھیں ۱۹۵۴ء میں ہندوستان کے سب سے بڑے اعزاز 'بھارت رتن' سے سرفراز کیا گیا۔ ان کی علمی صلاحیتوں کے اعتراف میں دنیا کی سترہ یونیورسٹیوں نے انھیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے نوازا۔

ڈاکٹر رادھا کرشنن نے اپنی ساری زندگی علمی خدمات کے لیے وقف کردی۔ انھیں اپنے پیشے پر بڑا ناز تھا۔ وہ فخر سے کہا کرتے، "میں ایک مدرّس ہوں۔" ان کی خواہش تھی کہ ان کی پیدائش کے دن کو یومِ اساتذہ کے طور پر منایا جائے۔ ان کی اس خواہش کے احترام میں ہمارے ملک میں ۵ ستمبر ۱۹۶۲ء سے 'یومِ اساتذہ' منایا جاتا ہے۔ اس موقع پر مرکزی اور ریاستی حکومتیں مثالی مدرّسین کا انتخاب کرتی ہیں اور انھیں انعامات سے نوازتی ہیں۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے رادھا کرشنن کی تعلیمی لیاقت اور اعلیٰ قابلیت کے پیشِ نظر انھیں رُوس کا سفیر مقرّر کیا تھا۔ جب وہ رُوس پہنچے تو وہاں کے صدر اسٹالن خود ان سے ملاقات کے لیے آئے۔ اسٹالن ڈاکٹر رادھا کرشنن کی شخصیت سے بہت متاثّر تھے۔ ایک مرتبہ اپنے ملک روس کی ترقّی کو فخر سے بیان کرتے ہوئے اسٹالن نے ان سے کہا تھا، "سائنس کی ترقّی کی بنیاد پر ہمارا ملک آپ کو یہ سِکھا سکتا ہے کہ مچھلیوں کی طرح سمندر میں کیسے تیرا جائے اور پرندوں کی طرح آسمان میں کیسے اُڑا جائے۔" رادھا کرشنن نے جواب دیا، "اور ہمارا ملک آپ کو یہ سِکھا سکتا ہے کہ انسانوں کی طرح زمین پر کیسے چلا جائے۔"

ڈاکٹر رادھا کرشنن رُوس سے رخصت ہونے لگے تو صدر اسٹالن رات کے ایک بجے ان سے ملنے آئے۔ رُوس کے

تمام افسر اور عوام اسٹالن سے ہمیشہ خوف زدہ رہتے تھے اور ہمیشہ ان سے دُور رہنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ اس ملاقات کے دوران ڈاکٹر رادھا کرشنن نے بڑی شفقت اور محبّت سے اسٹالن کے سر پر ہاتھ پھیرا اور پیٹھ کو تھپتھپایا تو ان کی زبان پر بے ساختہ یہ الفاظ آئے، "آپ پہلے شخص ہیں جو میرے ساتھ ایک انسان کا برتاؤ کر رہے ہیں اور مجھے کوئی بھوت یا ظالم نہیں سمجھ رہے ہیں۔"

ڈاکٹر رادھا کرشنن آزاد ہندوستان کے نائب صدر کے عہدے پر دو بار منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۲ء میں انھیں ملک کا صدر بنایا گیا۔ صدارت کے عہدے کی مدّت پوری ہونے کے بعد وہ مُستقل طور پر چینئی میں رہنے لگے تھے۔ ۱۷/اپریل ۱۹۷۵ء کو دِل کی حرکت بند ہو جانے سے ان کا انتقال ہو گیا۔

اپنے علم، قابلیت اور خدمات سے ساری دنیا کو متاثّر کرنے والی اس شخصیت کے کارنامے یقیناً ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔

****

فلسفی – فلسفے کا علم جاننے والا

اعزازی فیلو – جسے اعزازی طور پر کسی ادارہ کا رکن بنایا گیا ہو۔

جادو بیان مقرر – بہت اچھی تقریر کرنے والا

برٹش اکیڈیمی – انگلستان میں علم و ادب کا ایک بڑا ادارہ

سرفراز کرنا – عزّت دینا

ڈاکٹریٹ – کسی علم میں مہارت کی وجہ سے دی جانے والی سند

وقف کر دینا – لگا دینا، دے دینا

سفیر – حکومت کی طرف سے کسی دوسرے ملک میں مقرر کیا ہوا نمائندہ

مشق

❋ سبق کی مدد سے خانہ پُری کیجیے۔

۱۔ ۱۹۵۲ء میں رادھا کرشنن آکسفورڈ یونیورسٹی کے .... بنائے گئے۔

۲۔ جب وہ روس پہنچے تو وہاں کے صدر .... خود ان سے ملاقات کے لیے آئے۔

۳۔ ۱۹۶۲ء میں ڈاکٹر رادھا کرشنن کو ملک کا .... بنایا گیا۔

۴۔ ۱۷/اپریل ۱۹۷۵ء کو دل کی .... بند ہو جانے سے ڈاکٹر رادھا کرشنن کا انتقال ہو گیا۔

❋ ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن کب پیدا ہوئے؟

۲۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن کا تعلق کس خاندان سے تھا؟

۳۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن کے والد کا نام کیا تھا؟

۴۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن کی کون سی کتاب ساری دنیا میں مشہور ہوئی؟

۵۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن کو کتنی یونیورسٹیوں نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے نوازا؟

۶۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن کو ہندوستان کے کس بڑے اعزاز سے سرفراز کیا گیا؟

۷۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن کی پیدائش کا دن کس نام سے منایا جاتا ہے؟

❋ مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ طلبہ ڈاکٹر رادھا کرشنن کو کیوں زیادہ پسند کرتے تھے؟

۲۔ جب ڈاکٹر رادھا کرشنن کا تبادلہ میسور یونیورسٹی سے کلکتہ ہوا تو ان کے طلبہ نے کیا کِیا؟

۳۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن کو آکسفورڈ یونیورسٹی کس وجہ سے بلایا گیا؟

❋ مفصّل جواب لکھیے۔

اپنے اخلاق اور سلوک سے ڈاکٹر رادھا کرشنن نے کس طرح روس کے صدر اسٹالن کو متاثر کیا؟

❋ ان لفظوں پر غور کیجیے:

نمبرات، تعلیمات، خدمات، یہ الفاظ 'نمبر، تعلیم، خدمت' کی جمع ہیں۔ ایسے ہی 'ات' لگا کر نیچے دیے ہوئے الفاظ کی جمع بنائیے:

خیال ، احسان ، تعمیر ، الزام ، شخصیت

سرگرمی:

❋ اپنے استاد کے بارے میں دس بارہ جملے لکھیے۔

❋ آپ کے اسکول میں ہر سال 'یومِ اساتذہ' منایا جاتا ہے۔ اس تقریب کے بارے میں دس بارہ جملے لکھیے۔

3U5TJV

آئیے زبان سیکھیں

یہ الفاظ دیکھیے۔

اعلیٰ، ادنیٰ، زکوٰۃ، صلوٰۃ، عیسیٰ، عقبیٰ

ان الفاظ میں حرف 'ا' کو 'ی' اور 'و' کے طور پر لکھا جاتا ہے۔ انھیں اس طرح پڑھا جائے: اعلا، ادنا، زکات، عیسا، عقبا وغیرہ۔ 'ی' اور 'و' پر لکھے جانے والے نشان (کھڑے زبر) کو **الف مقصورہ** کہتے ہیں۔

اللہ آبرو سے رکھے اور تن درست

نظیرؔ اکبر آبادی

پیدائش : ۱۷۴۰ء وفات : ۱۶/اگست ۱۸۳۰ء

ولی محمد نظیرؔ اکبر آبادی دہلی میں پیدا ہوئے۔ اس زمانے میں دہلی کے حالات اچھے نہ تھے اس لیے وہ آگرہ چلے گئے۔ یہاں وہ ایک مالدار شخص لالہ بلاس رائے کے لڑکوں کو فارسی پڑھانے لگے۔

نظیرؔ بڑے خوددار شخص تھے۔ انھیں تاج محل اور آگرے کے گلی کوچوں سے بڑی محبت تھی اس لیے وہ زندگی بھر آگرے میں رہے۔ ان کی زبان بڑی سادہ اور عام فہم تھی۔ انھوں نے ہولی، دیوالی، عید وغیرہ تہواروں پر بہت سی نظمیں لکھی ہیں۔ ان کی غزلوں اور نظموں کا مجموعہ 'کلیاتِ نظیرؔ' کے نام سے چھپ چکا ہے۔

اس نظم میں شاعر دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو عزّت سے اور تن درست رکھے کیونکہ تن درستی اور عزت ہی دنیا کی سب سے بڑی دولت ہے۔

جتنے سخن ہیں ، سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تن درست

عاجز ہو یا حقیر ہو پر تن درست ہو
بے زَر ہو یا امیر ہو پر تن درست ہو
قیدی ہو یا اسیر ہو پر تن درست ہو
مُفلس ہو یا فقیر ہو پر تن درست ہو
جتنے سخن ہیں ، سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تن درست

آیا جو دل میں ، سیرِ چمن کو چلے گئے
بازار ، چوک ، سیر تماشے میں خوش ہوئے
بیٹھے اُٹھے خوشی سے ، ہر اک جا چلے پھرے
جاگے مزے میں رات کو یا خوش ہو، سو رہے
جتنے سخن ہیں ، سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تن درست

ادنیٰ ہو یا غریب ، تونگر ہو یا فقیر — یا بادشاہ شہر کا ، یا مُلک کا وزیر
ہے سب کو تن درستی و حُرمت ہی دِل پذیر — جو تو نے اب کہا، سو یہی سچ ہے، اے نظیرؔ
جتنے سخن ہیں ، سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرؤ سے رکھے اور تن درست

****

سخن	قول، بات	دل میں آنا	خواہش ہونا
آبرؤ	عزّت	سیرِ چمن	باغ کی سیر
تن	جسم	جا	جگہ
عاجز	مجبور	تونگر	امیر
حقیر	معمولی، بے قیمت	حرمت	عزّت
بے زر	غریب	دل پذیر	دل کو پسند آنے والی
اسیر	قیدی		

مشق

نظم کی مدد سے خانہ پُری کیجیے۔

۱۔ اللہ .... سے رکھے اور تن درست
۲۔ قیدی ہو یا .... ہو پر تن درست ہو
۳۔ آیا جو دل میں .... کو چلے گئے
۴۔ ہے سب کو تن درستی و حرمت ہی ....

ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ شاعر نے کس بات کو سب سے درست کہا ہے؟
۲۔ شاعر نے کن لوگوں کی عزّت اور تن درستی کی دعا مانگی ہے؟
۳۔ اس نظم میں شاعر نے کس بات کی اہمیت بتائی ہے؟

مختصر جواب لکھیے۔

تن درست آدمی زندگی کے کون سے لطف اُٹھا سکتا ہے؟

سرگرمی : ۱۔ نظیرؔ اکبر آبادی کی کوئی دوسری نظم تلاش کر کے جماعت میں سنائیے۔
۲۔ 'تن درستی ہزار نعمت ہے' اس عنوان پر دس بارہ جملے لکھیے۔

ڈالفن

ڈاکٹر قمر شریف

پیدائش: ۲/ اکتوبر ۱۹۴۷ء

ڈاکٹر قمر شریف اورنگ آباد کے ایک مشہور تعلیمی ادارے سے وابستہ رہی ہیں۔ انھوں نے سائنس میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ سائنس اور درس و تدریس سے متعلق ان کے کئی مضامین آل انڈیا ریڈیو سے نشر ہو چکے ہیں۔

ڈالفن سمندر کے مچھلی نما بڑے جانوروں میں سے ایک ہے۔ اس سبق میں ڈالفن کی بناوٹ اور اس کی عادتوں سے متعلق معلومات دی گئی ہے۔ ساتھ ہی انسانوں کے ساتھ اس کی دوستی اور ہمدردی کے مختلف واقعات بیان کیے گئے ہیں۔

عام طور پر ہر جانور یہ کوشش کرتا ہے کہ انسانوں سے بچ کر رہے۔ مچھلی کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ انسان کی بو پاتے ہی گہرے پانی میں چلی جاتی ہے لیکن مچھلی ہی کی طرح ایک سمندری جانور ایسا بھی ہے جو انسانوں سے نہیں ڈرتا اور نہ دور بھاگنے کی کوشش کرتا ہے، وہ ہے ڈالفن۔

ڈالفن دوٗدھ پلانے والا ایک سمندری جانور ہے۔ اس کی لمبائی چھے سے بارہ فٹ تک ہوتی ہے اور وزن ۱۵۰ تا ۶۵۰ کلوگرام ہوتا ہے۔ اس کی پیٹھ مٹیالی، مٹیالی سبز اور سیاہ رنگ کی ہوتی ہے جبکہ پیٹ کا رنگ سفید یا ہلکا گلابی ہوتا ہے۔ یہ تیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے تیرتی ہے۔ کبھی اس کی رفتار چالیس تا ساٹھ میل فی گھنٹہ بھی ہو جاتی ہے۔

ڈالفن کے جسم پر بال نہیں ہوتے۔ اس کی جِلد چکنی ہوتی ہے۔ جبڑے بڑے اور سامنے چونچ کی طرح تین اِنچ لمبی تھوتھنی ہوتی ہے۔ ڈالفن اپنے سَر کے ایک سوٗراخ سے سانس لیتی ہے۔ اس کی آنکھیں سر کے دونوں جانب پائی جاتی ہیں۔ ڈالفن کی نظر بہت تیز ہوتی ہے۔ آنکھوں کے پیچھے بیرونی کان کے شگاف پائے جاتے ہیں۔

ڈالفن کے دانت غذا کو چبا نہیں سکتے۔ یہ اس کو اپنا دفاع کرنے اور شکار پکڑنے میں مدد دیتے ہیں اور پانی میں آواز کی لہروں کو اس کے اندرونی کان تک پہنچاتے ہیں۔ اس طرح ڈالفن کسی چیز کا صحیح مقام معلوم کر لیتی ہے۔ اس کی چھوٗنے کی حِس بہت تیز ہے لیکن سوٗنگھنے کی قوّت بہت کم ہوتی ہے۔ اس کی غذا مچھلیاں، جھینگے اور دوٗسرے آبی جاندار ہیں۔ ڈالفن ایک بہت ذہین جانور ہے۔ اس کا دماغ انسان کے دماغ سے بڑا ہوتا ہے۔

ڈالفن گروہ میں رہنا پسند کرتی ہے۔ ان کا ایک گروہ دو تا چالیس ڈالفنوں پر مشتمل ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی ان کی تعداد

سینکڑوں تک پہنچ جاتی ہے۔ ڈالفن اپنے بچّوں اور گروہ سے سیٹی کے ذریعے ربط رکھتی ہے۔ سائنس دانوں کے مطابق ہر ڈالفن کی سیٹی گروہ کی دوسری ڈالفن سے مختلف ہوتی ہے۔ وہ کئی قسم کی آوازیں نکال سکتی ہے۔ انسان کی طرح ہنس سکتی ہے، سیٹی بجا سکتی ہے، شکار کا پیچھا کرتے ہوئے غُرّاتی ہے، شکار پر قابو پانے پر خوشی سے 'میاؤں' کی آواز نکالتی ہے، نیز دشمن کو ڈرانے کے لیے اونچی آواز میں چلاّتی ہے۔ ڈالفن کئی بار ایسی آوازیں بھی نکالتی ہے جیسے کوئی آدمی زور زور سے بول رہا ہو۔ آدمی جب پلٹ کر دیکھتا ہے تو کسی کو نہ پا کر حیران رہ جاتا ہے۔

ڈالفن اور انسان کی دوستی کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ قدیم کہانیوں اور تصویروں میں جو اشارے ملتے ہیں، ان سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آج سے ڈھائی ہزار سال پہلے بھی ڈالفن انسانوں سے دوستی کرنے کی آرزومند رہتی تھی۔

ایک مرتبہ ایک آدمی شارک مچھلی کے گھیرے میں آ گیا۔ شارک اس کے ٹکڑے کرنے ہی والی تھی کہ وہاں کچھ ڈالفنیں پہنچ گئیں۔ ان میں سے ایک نے اس آدمی کو شارک کے چُنگل سے چُھڑا کر اپنی پیٹھ پر بٹھا لیا اور تیزی سے کنارے پر پہنچا دیا۔ آدمی جیسے ہی اس کی پیٹھ سے اُترا، ڈالفن سمندر میں غائب ہو گئی۔

ایک دفعہ کی بات ہے۔ فلوریڈا (امریکہ) کے سمندری کنارے سے ایک خاتون کو سمندر کی زبردست لہریں بہا کر لے گئیں۔ کچھ لمحوں تک اس نے اپنی جان بچانے کی کوشش کی۔ اچانک اسے ایسا لگا جیسے کوئی گلگلی سی چیز اسے کنارے کی طرف ڈھکیل رہی ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس خاتون نے اپنے آپ کو کنارے پر پایا۔ بعد میں اس نے پیچھے مُڑ کر دیکھا تو ایک چمکدار شے اسے تیزی سے سمندر میں غائب ہوتی نظر آئی۔ ایک آدمی نے جو اس سارے واقعے کو دیکھ رہا تھا، بتایا کہ وہ ڈالفن تھی۔

ڈالفن نے کئی جہازوں کو چٹانوں سے ٹکرانے سے بچایا اور انھیں صحیح راہ دِکھائی۔ ڈالفن کے گروہ مچھلیاں پکڑنے میں ماہی گیروں کی مدد بھی کرتے ہیں۔ ان کے گروہ مچھلیوں کو گھیر کر ماہی گیروں کے قریب لے آتے ہیں اور پھر یہ اپنے سر اور دُم کی حرکت سے ماہی گیروں کو جال کھولنے کا اشارہ کرتے ہیں۔

تقریباً پچاس برس قبل نیوزی لینڈ کے ایک جزیرے پر بسے ہوئے گاؤں میں ایک ڈالفن سمندر کے کنارے آئی اور پانی میں کھیلنے لگی۔ بچّوں نے اس کے کرتبوں کو پسند کیا اور ڈالفن سے ان کی دوستی ہو گئی۔ وہ بچّوں کو اپنی پیٹھ پر بٹھا کر سمندر کی سَیر کراتی۔ وہ ان بچّوں کے ساتھ کھیلتی۔ اسے رنگ برنگی گیند سے کھیلنا اچھّا لگتا تھا۔ جب کوئی گیند اس کے پاس پھینکی جاتی تو وہ اسے اپنی تھوتھنی یا دُم سے ہوا میں اُچھالنے کی کوشش کرتی۔

ڈالفن کو غصّہ بہت کم آتا ہے۔ کھیلنا کودنا اور چھیڑ چھاڑ کرنا اسے اچھا لگتا ہے۔

ڈالفن سمندر کے متعلّق تحقیق کرنے والوں کی بھی مدد کرتی ہے۔ چنانچہ ۱۹۶۰ء میں جب امریکی سائنس دانوں نے سمندر کی تحقیق شروع کی تو ایک ڈالفن نے ان کی کافی مدد کی۔ سائنس دانوں نے گہرے پانی میں ایک تجربہ گاہ بنائی تھی۔ جب کبھی سائنس داں راستہ بھول جاتے، ڈالفن انھیں تجربہ گاہ تک پہنچاتی۔ کبھی کبھار وہ سائنسی آلات بھی تجربہ گاہ تک لے جاتی تھی۔ غرض ڈالفن قدرت کی ایسی مخلوق ہے جسے ملنساری اور انسان دوستی کی وجہ سے چھوٹے بڑے، سب پسند کرتے ہیں۔

تھوتھنی	-	آگے نکلا ہوا منہ	
دفاع	-	بچاؤ	
ربط	-	تعلق	
گِلگِلی	-	نرم، چکنی	
تحقیق	-	صحیح علم یا معلومات حاصل کرنا، کھوج	
ملنساری	-	میل جول	

مشق

❋ قوسین میں سے مناسب لفظ چن کر خانہ پُری کیجیے۔ (گِلگِلی، غصّہ، بڑا، تیز، تھوتھنی، سیٹی)

۱۔ ڈالفن کی نظر بہت .... ہوتی ہے۔

۲۔ ڈالفن کا دماغ انسان کے دماغ سے .... ہوتا ہے۔

۳۔ ڈالفن اپنے بچوں اور گروہ سے .... کے ذریعے ربط رکھتی ہے۔

۴۔ اچانک اسے ایسا لگا جیسے کوئی .... سی چیز اسے کنارے کی طرف ڈھکیل رہی ہے۔

۵۔ ڈالفن کو .... بہت کم آتا ہے۔

۶۔ جب کوئی گیند اس کے پاس پھینکی جاتی تو وہ اسے اپنی .... یا دُم سے ہوا میں اُچھالنے کی کوشش کرتی۔

❋ ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ مچھلی کے بارے میں کون سی بات مشہور ہے؟

۲۔ ڈالفن کے دانت اس کی کس طرح مدد کرتے ہیں؟

۳۔ ڈالفن کون سی بات پسند کرتی ہے؟

۴۔ ڈالفن کی تمام عادتیں اور خصوصیات کس سے ملتی جلتی ہیں؟

۵۔ قدیم کہانیوں اور تصویروں کے اشاروں سے کس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے؟

❋ مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ ڈالفن کسی چیز کا مقام کس طرح معلوم کر لیتی ہے؟

۲۔ ڈالفن کس طرح کی آوازیں نکال سکتی ہے؟

۳۔ جزیرے کے بچوں سے دوستی ہونے پر ڈالفن کیا کرتی تھی؟

۴۔ ۱۹۶۰ء میں سمندر کے تعلق سے تحقیق کرنے والوں کی ڈالفن نے کس طرح مدد کی؟

❋ سبق کی مدد سے مفصّل جواب لکھیے۔

فلوریڈا (امریکہ) کے سمندری کنارے پر کون سا واقعہ پیش آیا؟

❋ سبق کو غور سے پڑھ کر لکھیے کہ انسانوں اور ڈالفن میں کن باتوں میں یکسانیت ہے۔

سرگرمی: مختلف سمندری جانوروں کی تصویریں جمع کیجیے اور اپنی بیاض میں چسپاں کیجیے۔

3UNKN6

صبح کے نظارے

سعادت نظیؔر

پیدائش: ۲۶/ مارچ ۱۹۳۰ء

سعادت نظیؔر حیدرآباد کے ایک اہم شاعر ہیں۔ ان کی شاعری کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں 'آب و رنگ'، 'آثار'، 'تصویریں' مشہور ہیں۔ انھوں نے نثر میں مضامین بھی لکھے ہیں۔

سعادت نظیؔر نے اس نظم میں صبح کے ماحول کی تصویر کشی کی ہے۔ صبح کے وقت باغ کا سماں بڑا خوش گوار ہوتا ہے۔ کلیاں چٹک کر پھول بن جاتی ہیں۔ شبنم کے قطرے سبزے اور پھولوں پر دمکتے ہیں۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا سے سارا ماحول مہکا ہوا ہوتا ہے۔ وادیاں، پہاڑ، جنگل جگمگا اُٹھتے ہیں۔ ان سارے خوب صورت نظاروں کا ذکر شاعر نے اس نظم میں کیا ہے۔

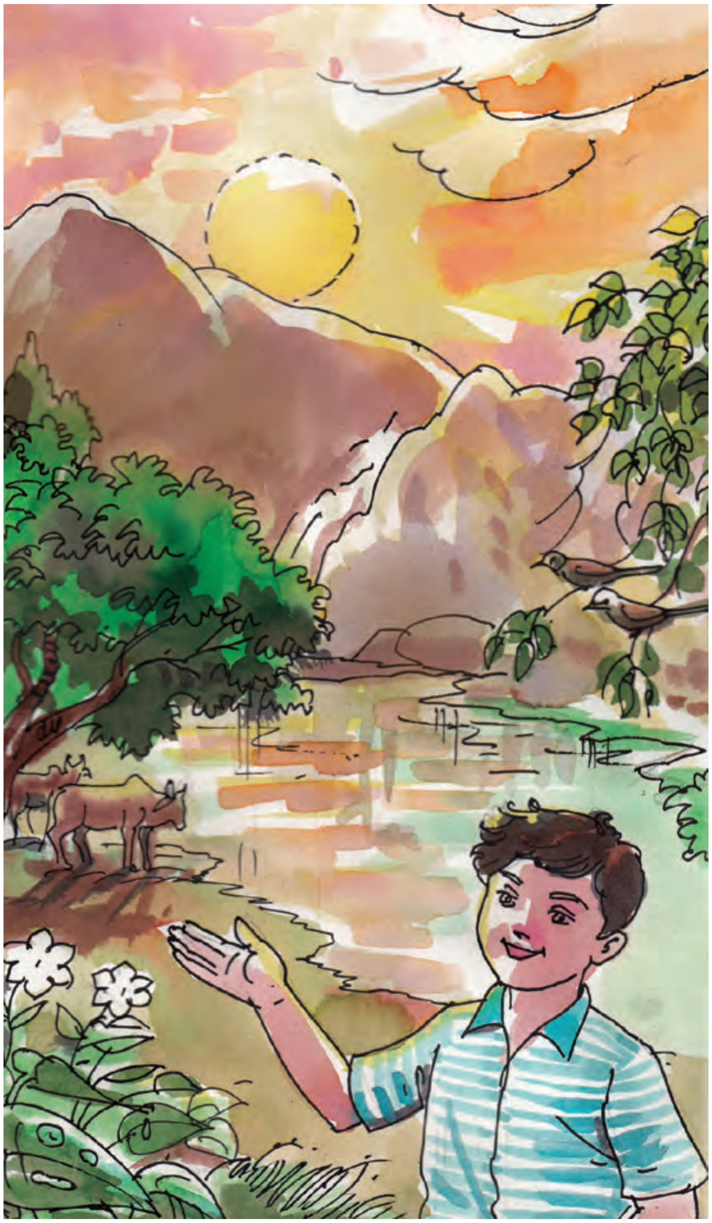

جاگا ہے بُوٹا بُوٹا ، چٹکا ہے غُنچہ غُنچہ
چمکا ہے ذرّہ ذرّہ ، روشن ہے گوشہ گوشہ

سبزہ لہک رہا ہے ، کلیاں مہک رہی ہیں
باغوں میں ڈالیوں پر چِڑیاں چہک رہی ہیں

شبنم کا ہر چمن کو وہ آرسی دِکھانا
پتّوں کا پھر خوشی سے وہ تالیاں بجانا

پھولوں میں نازکی ہے ، کانٹوں میں تازگی ہے
ہر دِل میں اِک خوشی ہے ، ہر سمت روشنی ہے

وادی ، پہاڑ ، جنگل ہر ایک جگمگایا
دریا کو جوش آیا ، ساحل بھی گنگنایا

فِطرت بہار پر ہے ، دُنیا نِکھار پر ہے
ہر شے ہے خوب صورت ، رنگین ہر نظر ہے

سچ پوچھیے تو منظر کیسے ہیں پیارے پیارے
دیتے ہیں لُطف کیا کیا ، یہ صبح کے نظارے

بُوٹا	-	پودا	گوشہ	-	کونا
چٹکنا	-	کھلنا	آرسی دِکھانا	-	آئینہ بتانا، حقیقت کو ظاہر کرنا
غنچہ	-	کلی	نکھار	-	تازگی

مشق

❋ ایک جملے میں جواب لکھیے۔

ا۔ غنچے کب چٹکتے ہیں؟
۲۔ شبنم کسے آرسی دِکھا رہی ہے؟
۳۔ پتّے کیوں تالیاں بجاتے ہیں؟
۴۔ صبح کے وقت پھول اور کانٹے کیسے دِکھائی دیتے ہیں؟
۵۔ ہر نظر رنگین ہونے سے کیا مراد ہے؟

❋ نیچے دیے ہوئے مصرعوں کی مدد سے جوڑیاں لگا کر شعر مکمل کیجیے۔

ا۔ سبزہ لہک رہا ہے ، کلیاں مہک رہی ہیں ....
۲۔ پھولوں میں نازکی ہے، کانٹوں میں تازگی ہے ....
۳۔ وادی ، پہاڑ ، جنگل ہر ایک جگمگایا ....
۴۔ فطرت بہار پر ہے ، دنیا نکھار پر ہے ....

الف۔ دریا کو جوش آیا ، ساحل بھی گنگنایا
ب۔ ہر شے ہے خوب صورت ، رنگین ہر نظر ہے
ج۔ باغوں میں ڈالیوں پر چڑیاں چہک رہی ہیں
د۔ ہر دل میں اِک خوشی ہے ، ہر سمت روشنی ہے

❋ غور کرکے بتائیے:

اگر بہار کا موسم نہ ہوتا تو باغوں اور جنگلوں کی کیا حالت ہوتی؟

❋ اس نظم کو اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

3UXGPT

❋ 'شام کے نظارے' پر دس جملے لکھیے۔

۱۴ ایک خواب

شمیم حنفی

پیدائش : ۱۴؍جنوری ۱۹۳۸ء

شمیم حنفی اُردو کے ایک ممتاز نقاد ہیں۔ تنقید کے علاوہ انھوں نے ڈرامے بھی لکھے ہیں۔ انھیں بچوں کے ادب سے بھی دلچسپی ہے۔ 'کٹا ہوا ہاتھ' اور 'بھوتوں کا جہاز' ان کی کہانیوں کے مجموعے ہیں۔ انھوں نے دوسری زبانوں سے کئی ترجمے کیے ہیں۔ زیرِ نظر کہانی 'ایک خواب' ایک یونانی کہانی ہے جسے شمیم حنفی نے بڑے دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے۔

اس کہانی میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ آدمی کی تن درستی اُسی وقت برقرار رہ سکتی ہے جب جسم کے تمام اعضا مل جل کر اپنا کام انجام دیں۔

ایک رات ایک بڑے میاں نے خواب دیکھا۔ عجیب خواب تھا! کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے دونوں ہاتھ، دونوں پیر، منہ اور سارے دانت بری طرح پیٹ کو ڈانٹ رہے ہیں۔

پیر کہہ رہے تھے، "پیٹ رے پیٹ تو موٹا بھی ہے اور عقل کا کھوٹا بھی۔ کام کا نہ کاج کا، دشمن اناج کا۔ ہم دِن بھر چلتے ہیں۔ بازار جاتے ہیں۔ کھانے پینے کا سامان لاتے ہیں۔ تو بس کھاتا ہے اور چین کی بنسی بجاتا ہے۔ نِٹھلّا کہیں کا۔"

یہ سُن کر دونوں ہاتھ بولے، "ہاں ہاں! پیر ٹھیک ہی تو کہتے ہیں۔ اب ہمیں کو دیکھ۔ ہم کتنی محنت کرتے ہیں۔ باغ کی صفائی، گیہوں کی پِسائی۔ پھر آگ جلانا، کھانا پکانا، یہ سب ہمارے ذمّے۔ اور تو!.... سب کچھ چَٹ کر جاتا ہے۔ مُفت خورا!"

منہ، زبان اور دانتوں نے مِل کر پیٹ کی ہنسی اُڑائی۔ خوب کھری کھری سنائی۔ کہنے لگے، "ہم نہ ہوتے تو کیا تو بازار

جاتا، کیا قسم قسم کے پکوان اُڑاتا، ہاتھ پاؤں اپنا کام کر چکتے ہیں تو کھانا ہم چباتے ہیں۔ اس کا مزہ ہم بتاتے ہیں۔ اسے معدے تک ہم پہنچاتے ہیں۔ پیٹ رے پیٹ! تو ہو ملیا میٹ!"

یہ جھگڑا بہت دیر تک چلتا رہا۔ سبھی پنجے جھاڑ کر پیٹ کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ آخر پیروں نے ایک تجویز پیش کی۔ تجویز یہ تھی کہ ہم سب کے سب پیٹ کے لیے کچھ کرنا دھرنا چھوڑ دیں۔

"واہ! کیا لاجواب بات سوچی ہے!" ہاتھ، منہ، زبان اور دانت ایک ساتھ بولے۔

"میاں پیٹ! اب تمھیں پتا چلے گا کہ کاہلی کی سزا کیا ہوتی ہے۔"

پیٹ بے چارہ چپ چاپ سب کی سنتا رہا۔ غصّے میں بُھنتا رہا۔ اس نے کسی کو کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ وہ سچ مچ بہت موٹا تھا اور دیکھنے میں بڑا کاہل اور آرام پسند نظر آتا تھا۔

اب پیروں نے بازار جانا چھوڑ دیا۔ ہاتھوں نے سامان اُٹھانا اور کھانا پکانا چھوڑ دیا۔ منہ نے چُپ سادھ لی۔ دانتوں نے کھانا چبانا چھوڑ دیا۔ جب یہ سب چھوٹ گیا تو زبان نے بھی چیزوں کا ذائقہ بتانا چھوڑ دیا۔

اب بڑے میاں خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ صبح ہو چکی ہے۔ اپنی عادت کے مطابق انھوں نے بستر سے اُٹھنا چاہا مگر اُٹھتے تو تب جب سچ مچ جاگ چکے ہوتے۔ وہ تو بس خواب میں جاگے تھے۔ اُٹھنا چاہا تو لگا پاؤں بے جان ہو کر رہ گئے ہیں۔ پھر ہاتھ ہلانے کی کوشش کی تو ہاتھوں نے بھی کوئی حرکت نہ کی۔ نہ منہ کھول سکے، نہ زبان سے کچھ بول سکے۔ یوں لگتا تھا جیسے بیمار پڑ گئے ہوں۔

خواب اسی طرح جاری رہا۔ کئی روز تک بڑے میاں اسی طرح پڑے رہے۔ دھیرے دھیرے ان کی طاقت جواب دیتی گئی۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کریں! کہاں تو ہاتھ، پاؤں، منہ، زبان، دانت، جب دیکھو پیٹ کو جلی کٹی سناتے تھے اور بے چارہ پیٹ سب کی سنتا رہتا تھا۔ وہ کچھ نہ کہتا۔ کہتا بھی کیا! اور اب یہ حال تھا کہ کسی میں بھی کچھ کہنے کی سکت نہ رہ گئی تھی۔

پھر بڑے میاں کیا دیکھتے ہیں کہ مسلسل فاقہ کشی کی وجہ سے ان کا بدن سوکھ گیا ہے۔ کھال لٹک گئی ہے۔ رگیں اَینٹھ گئی ہیں۔ جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ موت سر پر کھڑی ہے۔ دُعا کی گھڑی ہے۔

اب ہاتھ، پاؤں، منہ، زبان، دانت اتنے کمزور ہو گئے ہیں کہ پیٹ سے لڑ بھی نہیں سکتے۔ خود کو حرکت بھی دینا چاہیں تو نہیں دے سکتے۔ پیٹ بھی پچک گیا ہے، بے جان سا پڑا ہے۔

اتنے میں بڑے میاں کے کانوں سے ایک کم زور سی آواز ٹکرائی۔ ان کا ایک پیر کہہ رہا تھا، "اے دوستو! ہمیں یہ بات مان لینی چاہیے کہ ہم سے بڑی بھول ہوئی۔ ہمارے پیٹ ہی نے اپنی رہی سہی طاقت کے بل پر ہمیں اب تک زندہ رکھا۔"

یہ سُن کر پیٹ بڑی اُداسی کے ساتھ مُسکرایا۔ پھر اس کے سننے میں یہ آیا کہ ہاتھ، پیر، منہ، زبان، دانت ایک آواز ہو کر کہہ رہے ہیں، "آؤ! ہم سب آج سے پھر اپنا اپنا کام شروع کر دیں۔" اس آواز کے ساتھ ہی بڑے میاں کی آنکھ کھل گئی۔

جاگ کر انھوں نے دیکھا کہ ان کے پاؤں چل سکتے ہیں۔ ہاتھ بوجھ اُٹھا سکتے ہیں۔ منہ کُھل سکتا ہے۔ زبان چل سکتی

ہے۔ دانت کھانے کا نوالہ چبا سکتے ہیں۔ وہ بالکل بھلے چنگے ہیں!

ناشتہ سامنے آیا تو انھوں نے اپنا خواب یاد کیا۔ اپنے آپ سے بولے، ہمارے جسم کے ہر حصّے کو دوسرے حصّوں کی مدد درکار ہوتی ہے۔ سب مِل جل کر ہی کوئی کام کر سکتے ہیں۔ ہاتھ، پاؤں، منہ، زبان، دانت اور پیٹ، جی ہاں، پیٹ بھی...ان میں کوئی کسی کا دشمن نہیں۔ اگر ایک کام کرنا بند کردے تو دؤسروں کا کام بگڑ جائے گا۔ سب کے سب بیمار پڑ جائیں گے۔ سب اپنا فرض پہچانیں، کسی کو خود سے کم تر نہ جانیں۔ اس سے زندگی کی گاڑی صحت اور سکؤن کے راستے پر چل سکے گی۔ آپس میں لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا تو گاڑی رک جائے گی۔

یہ سوچ کر بڑے میاں اپنے خواب پر خوب زور سے ہنسے۔ پھر مزے لے لے کر ناشتہ کرنے لگے۔

****

چین کی بنسی بجانا	عیش کرنا	چپ سادھ لینا	خاموش ہو جانا
نِٹھلّا	نِکمّا	طاقت جواب دینا	طاقت ختم ہو جانا
ہنسی اُڑانا	مذاق اُڑانا	جلی کٹی سنانا	برا بھلا کہنا
ملیا میٹ	ختم، برباد	سکت	طاقت
پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑنا	کسی کو بہت پریشان کرنا	فاقہ کشی	بھوکا رہنا
غصّے میں بھنّنا	بہت غصہ کرنا	کم تر	حقیر

مشق

❄ **ایک جملے میں جواب لکھیے۔**

۱۔ خواب کس نے دیکھا؟

۲۔ پیٹ کی کس کس نے ہنسی اڑائی؟

۳۔ پیروں نے کیا تجویز پیش کی؟

۴۔ عادت کے مطابق بڑے میاں بستر سے کیوں نہ اُٹھ سکے؟

۵۔ کسی کو خود سے کم تر نہ سمجھنے کا کیا فائدہ ہے؟

❋ **مختصر جواب لکھیے۔**

۱۔ خواب میں پیروں نے پیٹ سے کیا کہا؟

۲۔ پیروں کی بات سن کر ہاتھوں نے کیا کہا؟

۳۔ منہ، زبان اور دانتوں نے پیٹ کو کیا کھری کھری سنائی؟

۴۔ بڑے میاں نے بستر سے اُٹھنا چاہا تو کیا محسوس کیا؟

۵۔ ہاتھ، پاؤں، منہ، زبان اور دانت کو اپنی غلطی کا احساس کب ہوا؟

۶۔ خواب سے جاگنے کے بعد بڑے میاں نے کیا دیکھا؟

❋ **مندرجہ ذیل محاوروں کو جملوں میں استعمال کیجیے۔**

چین کی بنسی بجانا ، ہنسی اُڑانا ، پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑنا ، چُپ سادھ لینا ، جلی کٹی سنانا

❋ 'کام کا نہ کاج کا، دشمن اناج کا' یہ ایک کہاوت ہے جو اس سبق میں آئی ہے۔ کہاوت سے بات میں زور پیدا ہوتا ہے۔ اپنے استاد کی مدد سے نیچے دی ہوئی ادھوری کہاوتوں کو مکمل کیجیے۔

۱۔ مان نہ مان	۲۔ آم کے آم ....
۳۔ آسمان سے گرا	۴۔ چار دن کی چاندنی ....
۵۔ ناچ نہ جانے	۶۔ جب تک سانس ....

3V7CRG

غور کر کے بتائیے: اگر آنکھ اور کان کام کرنا چھوڑ دیں تو کیا ہوگا؟

سرگرمی: پیٹ، ہاتھ، پیر، منہ، زبان اور دانت کو کردار بنا کر اس کہانی کو ڈرامے کی شکل میں پیش کیجیے۔

آئیے زبان سیکھیں

ذیل کے جملوں کو پڑھ کر ان کے لہجے پر غور کیجیے:

۱۔ کہاں ہے شیر؟ ۲۔ کیسے تکلیف فرمائی؟

ان جملوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کوئی سوال کیا گیا ہے اس لیے انھیں **سوالیہ جملے** کہتے ہیں۔ ایسے جملوں کے آخر میں **سوالیہ نشان** (؟) لگاتے ہیں۔

اب ان جملوں پر غور کیجیے۔

۱۔ واہ! کیا لاجواب بات سوچی ہے۔ ۲۔ ارے ارے! یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔

پہلے جملے سے بولنے والے کی خوشی ظاہر ہوتی ہے۔ دوسرے جملے سے افسوس کا اظہار ہوتا ہے۔ ایسے جملوں کو **فجائیہ جملے** کہتے ہیں۔ ان کے آخر میں جو **نشان** (!) لگاتے ہیں اسے **'فجائیہ نشان'** کہتے ہیں۔

ذیل کے جملوں میں مناسب نشان لگائیے۔

(۱) ارے واہ آپ کب آئے (۲) کیا تم نے یہ کتاب پڑھی ہے

۱۵

آیا جاڑا

کیف احمد صدیقی

پیدائش: ۱۲ر جنوری ۱۹۴۳ء   وفات: ۱۹۸۶ء

کیف احمد صدیقی سیتاپور میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام احتشام علی صدیقی ہے۔ اُردو کے اچھے شاعروں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ 'گرد کا درد' ان کا پہلا شعری مجموعہ ہے۔ انھوں نے بچوں کے لیے بھی نظمیں لکھی ہیں۔ ان نظموں میں بچوں کے روشن مستقبل کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ موسموں پر بھی انھوں نے خوب صورت نظمیں لکھی ہیں۔ بچوں کی نظموں کے تین مجموعے 'سدا بہار نظمیں'، 'دلچسپ نظمیں' اور 'دینی نظمیں' منظر عام پر آ چکے ہیں۔ 'آیا جاڑا' نظم میں ہماری زندگی اور جانوروں پر ہونے والے سردی کے اثرات کو بڑی خوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

پڑھتا ہوا سردی کا پہاڑا
سی سی کرتا آیا جاڑا

بڑھ گئی سردی اپنی حد سے
کون بچے گا اس کی زد سے
بڑے بڑوں کو اس نے پچھاڑا
سی سی کرتا آیا جاڑا

دُھند ہی دُھند ہے، رات ہو یا دن
پُورب، پچھِّم، اُتَّر، دکھِّن
کُہر نے اپنا جھنڈا گاڑا
سی سی کرتا آیا جاڑا

اپنی عمر میں ہم نے اب تک
دیکھی نہ اتنی غضب کی ٹھنڈک
وقت بنا سردی کا اکھاڑا
سی سی کرتا آیا جاڑا

سُورج بھیگی بلّی بن کر
کانپ رہا ہے تھر تھر تھر تھر
موسم شیر کی طرح دہاڑا
سی سی کرتا آیا جاڑا

ٹھنڈ سے ہیں بے حال پرندے
چیخ رہے ہیں سارے درندے
جنگل میں ہاتھی چنگھاڑا
سی سی کرتا آیا جاڑا
بڑھتا ہوا سردی کا پہاڑا

****

جاڑا	-	سردی کا موسم
حد سے بڑھنا	-	بہت زیادہ ہونا
زد	-	مار
پچھاڑنا	-	گرا دینا، ہرا دینا
دھند	-	کہر
جھنڈا گاڑنا	-	فتح حاصل کرنا
بھیگی بِلّی بننا	-	دَبکنا، چُھپنا
بے حال	-	بُری حالت میں
درندے	-	شکار کرنے والے جانور

مشق

* نظم کی مدد سے خانہ پُری کیجیے۔

۱۔ کون بچے گا اس کی .... سے
۲۔ دیکھی نہ اتنی .... کی ٹھنڈک
۳۔ سورج .... بلّی بن کر
۴۔ ٹھنڈ سے ہیں .... پرندے

* ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ سردی کا پہاڑا کون پڑھ رہا ہے؟
۲۔ جاڑے نے کسے پچھاڑا ہے؟
۳۔ دھند کہاں پھیلی ہوئی ہے؟
۴۔ 'کہر نے اپنا جھنڈا گاڑا' سے کیا مراد ہے؟
۵۔ سردی سے پرندوں اور جانوروں کا کیا حال ہے؟

* غور کرکے بتائیے:

شاعر نے سورج کا بھیگی بلّی بننا کس وجہ سے کہا ہے؟

سرگرمی:

۱۔ اپنے استاد سے معلوم کیجیے کہ دھند کیوں پھیلتی ہے؟
۲۔ پچھلی جماعت میں آپ بارش کے موسم پر نظم پڑھ چکے ہیں۔ گرمی کے موسم پر کوئی نظم آپ کو یاد ہو تو جماعت میں ترنّم سے سنائیے۔

۱۶

خط

فاروق سیّد

پیدائش: ۵ستمبر ۱۹۶۸ء

فاروق سیّد کا تعلق سولا پور سے ہے۔ آپ تلاشِ معاش کے سلسلے میں ممبئی آکر بس گئے۔ ممبئی سے بچوں کے لیے ایک رسالہ ''گل بوٹے'' شائع کرتے ہیں۔ آپ اس رسالے کے مدیرِاعلیٰ بھی ہیں۔ ماہنامہ گُل بوٹے میں شائع شدہ اداریوں کا مجموعہ ''چھوٹی سی بات'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ ذیل کا خط آپ نے اپنی معلومات اور تحقیق کے سہارے لکھا ہے۔ ممبئی کو دنیا کے بڑے شہروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسے عروس البلاد یعنی شہروں کی دُلہن بھی کہتے ہیں۔ اس سبق میں ممبئی کے چند قابل دید مقامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسے پڑھ کر بچوں کے دلوں میں ممبئی کی سیر کا شوق پیدا ہوگا۔

شاہ امتیاز بشیر

۱۱۵، پولیس لائن،

ماہم، ممبئی-۴۰۰۰۱۶

۹/نومبر ۲۰۱۴ء

پیارے ابّا جان!

السّلام علیکم

آپ کی دعاؤں سے میں یہاں خیریت سے ہوں۔

مجھے ممبئی پہنچے آٹھ روز ہو چکے ہیں۔ چچا جان کے ساتھ ممبئی کی کئی مشہور عمارتوں اور مقامات کی سیر کر چکا ہوں۔ اِتوار کی صبح میں چھترپتی شیواجی ٹرمنس پہنچا۔ چچا جان مجھے لینے کے لیے اسٹیشن پہنچ چکے تھے۔ پہلی مرتبہ اتنا بڑا اسٹیشن دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ چچا جان نے بتایا کہ اسٹیشن کی اس عمارت کو حال ہی میں قومی وِرثے کی عمارتوں میں شامل کیا گیا ہے۔ اسٹیشن سے باہر نکل کر ٹیکسی کے ذریعے ہم چچا جان کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

اسٹیشن کے سامنے مُمبئی مہانگر پالیکا کی بہت بڑی عمارت ہے۔ اُس کے قریب انجمن اسلام کا تعلیمی ادارہ اور ذرا آگے حج ہاؤس ہے۔

دوٗسرے دن ہم گیٹ وے آف انڈیا دیکھنے گئے۔ یہاں موٹر بوٹ کے ذریعے سمندر کی سیر کرائی جاتی ہے۔ گیٹ وے آف انڈیا سے لائٹ ہاؤس کا نظارہ بہت خوب ہے۔ سامنے ہوٹل تاج محل پیلس کی شاندار عمارت کھڑی نظر آتی ہے۔

قریب ہی چھترپتی شیواجی میوزیم ہے۔ یہاں کئی نادر اور قدیم اشیا دیکھ کر میں دم بخود رہ گیا۔ پاس ہی ممبئی یونیورسٹی ہے۔ اس کے احاطے میں ایک بہت بڑا مینار ہے جسے راجا بائی ٹاور کہتے ہیں۔ مینار کے اوٗپری سرے پر ایک گھڑیال نصب ہے۔ ودھان بھوَن کی خوب صوٗرت عمارت بھی یہاں

سے کچھ ہی فاصلے پر واقع ہے۔ آسمان کو چھوتی ہوئی اونچی اونچی عمارتوں والے اس علاقے کو نریمن پوائنٹ کہتے ہیں۔

ہم نے لوکل ٹرین کے ذریعے چرچ گیٹ سے چرنی روڈ جانے کا فیصلہ کیا، جہاں مچھلی گھر ہے۔ ہم ٹرین میں سوار ہوئے۔ اللہ کی پناہ! لوگ ڈبّے میں اس طرح سوار ہو رہے تھے جیسے کوئی بے رحمی سے انھیں ڈبّے میں ٹھونس رہا ہو! بڑی مشکل سے ہم چرنی روڈ اسٹیشن اُترے۔ سامنے ہی مچھلی گھر کی خوب صورت عمارت ہے۔ یہاں دنیا کی عجیب وغریب، رنگ برنگی، چھوٹی بڑی غرض کہ مختلف قسم کی مچھلیوں کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ ان مچھلیوں کے لیے کانچ کے مرتبانوں میں سمندری ماحول فراہم کیا گیا ہے۔

مچھلی گھر سے ہم بس کے ذریعے مشہور تفریحی مقام گرگام چوپاٹی ہوتے ہوئے جوُتا گھر پہنچے۔ جوُتا گھر جوُتے کی شکل کی ایک چھوٹی سی عمارت ہے۔ یہ جس باغ میں واقع ہے اسے کملا نہرؤ پارک کہتے ہیں۔

دؤسرے دن ہم ڈبل ڈیکر بس میں سفر کا مزہ لیتے ہوئے مشہور چڑیا گھر رانی باغ پہنچے۔ یہاں طرح طرح کے جانور اور پرندے ہم نے دیکھے۔ پھر ہم حاجی علیؒ کے لیے روانہ ہوئے۔ حاجی علیؒ کی درگاہ سمندر میں ساحل کے قریب واقع ہے۔ پاس ہی ڈِسکوری آف انڈیا نہرؤ سینٹر اور نہرو پلانی ٹیریم کی عمارتیں ہیں۔ نہرؤ پلانی ٹیریم میں نظامِ شمسی اور ستاروں کی گردش کی معلومات دی جاتی ہے۔ قریب ہی نہرو سائنس سینٹر بنایا گیا ہے۔

ممبئی میں جگہ جگہ شاپنگ مال بن گئے ہیں جہاں ماچس کی ڈِبیا سے لے کر الیکٹرونک اشیا تک دستیاب ہیں۔ چچا جان نے بتایا کہ ممبئی میں جگہ کی قلّت، آبادی اور سواریوں کی کثرت سے بے شمار مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ گزشتہ چند برسوں سے ان مسائل پر قابؤ پانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

اسٹیشنوں کے پاس بھیڑ بھاڑ سے بچنے کے لیے اؤنچے اؤنچے اسکائی واک بنائے گئے ہیں جن پر چل کر آسانی سے سڑک کی دؤسری جانب پہنچا جاسکتا ہے۔

باندرہ کے قریب سمندر میں بنا ہوا سی لِنک انجینئرنگ کا شاہکار ہے۔ یہ پُل ستونوں اور فولادی کمانیوں پر بنا ہوا ہے۔ رات میں اس پُل پر جگمگاتی

ہوئی روشنیاں اور اس پر سے گُزرتی ہوئی موٹریں انتہائی دل فریب منظر پیش کرتی ہیں۔

آج کل ممبئی میں مونو ریل اور میٹرو ریل کے بڑے چرچے ہیں۔ مونو ریل میں صرف چار ڈبّے ہوتے ہیں جبکہ میٹرو ریل میں ڈبّوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ انتہائی اونچائی پر بنے ہوئے پُلوں پر پٹریاں بچھائی گئی ہیں۔ یہ ٹرینیں انھیں پٹریوں پر دوڑتی ہیں۔ دونوں قسم کی ٹرینوں میں خود کار دروازے ہیں جو اسٹیشن آنے پر خود بخود کھُلتے اور بند ہوتے ہیں۔

مختصر یہ کہ ممبئی میں جگہ جگہ تفریحی مقامات ہیں اور یہ شہر اپنی خوب صورتی اور ترقّی کی وجہ سے دنیا کے اہم شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ میں گھر آ ؤں گا تو یہاں کی ساری تصویریں آپ کو دِکھاؤں گا۔ آپ بہت خوش ہوں گے۔

امّی اور آپا کو آداب۔

آپ کا پیارا بیٹا

امتیاز

دنگ رہ جانا	-	حیران رہ جانا
قومی ورثہ	-	قوم کی پرانی یادگاریں
لائٹ ہاؤس	-	روشنی کا مینار
میوزیم	-	عجائب گھر
نادر	-	کم ملنے والی
نصب ہونا	-	جُڑا ہوا ہونا
اسکائی واک	-	بالائی راستہ، پیدل چلنے والوں کے لیے اونچائی پر بنایا گیا پُل

مشق

❋ ایک جملے میں جواب لکھیے۔

ا۔ امتیاز کو ممبئی آئے ہوئے کتنے دن ہو چکے ہیں؟

۲۔ خط میں اسٹیشن کے باہر کی کن تین عمارتوں کا ذکر ہے؟

۳۔ ممبئی یونیورسٹی کی خاص پہچان کیا ہے؟

۴۔ چھتر پتی شیواجی میوزیم میں کون سی اشیا ہیں؟

۵۔ حاجی علیؒ کی درگاہ کہاں واقع ہے؟

۶۔ ممبئی دنیا کے اہم شہروں میں کیوں شمار ہوتا ہے؟

❋ مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ اس خط میں جن مقامات کا ذکر ہے ان کی فہرست بنائیے۔

۲۔ مچھلی گھر کے بارے میں خط میں کون سی معلومات دی گئی ہے؟

۳۔ خط میں گیٹ وے آف انڈیا کے بارے میں کیا بات بتائی گئی ہے؟

❋ مفصل جواب لکھیے۔

ممبئی میں بھیڑ بھاڑ اور ٹریفک کے مسائل کو حل کرنے کے لیے کیا کیا طریقے اختیار کیے گئے ہیں؟

❋ ذیل میں دی ہوئی عمارتوں اور مقامات کے ناموں کو سبق میں آنے والی ترتیب سے لکھیے۔

جج ہاؤس	چھتر پتی شیواجی میوزیم	ممبئی یونیورسٹی	چھتر پتی شیواجی ٹرمنس
اسکائی واک	رانی باغ	مچھلی گھر	گیٹ وے آف انڈیا

❋ سبق سے وہ جملے تلاش کرکے لکھیے جن میں درج ذیل نام آئے ہیں۔

(۱) ممبئی مہانگر پالیکا	(۲) ہوٹل تاج محل پیلس
(۳) وِدھان بھَوَن	(۴) گرگام چوپاٹی
(۵) حاجی علیؒ	(۶) شاپنگ مال
(۷) سی لِنک	(۸) مونوریل

سرگرمی:

۱۔ اپنے استاد سے ودھان بھون، نہرو پلانی ٹیریم اور سائنس سینٹر کی معلومات حاصل کیجیے۔

۲۔ اس خط میں جن مقامات کا ذکر ہے ان کی تصویریں حاصل کیجیے اور اپنی جماعت میں بتائیے۔

تلاش

عبدالکمال خان

عبدالکمال خان کا تعلق ممبئی سے ہے۔ ان کے بہت سے طنزیہ اور مزاحیہ ڈرامے بچوں کے رسالوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس ڈرامے میں ممبئی شہر کے ایک علاقے کا ذکر ہے جہاں ایک دیہاتی کسی شخص کا پتا پوچھ رہا ہے۔ لوگ اس کی رہنمائی نہیں کرتے جس کے سبب وہ پریشان ہو جاتا ہے۔

کردار :

دیہاتی ، چشمے والا ، نوجوان ، موٹا شخص ، سیب والا ، پان والا

(پردہ اُٹھتا ہے)

(پردہ اُٹھتے ہی اسٹیج کے ایک طرف ایک پان والے کی دکان دِکھائی دیتی ہے۔ ایک دیہاتی جھولا لٹکائے حیران اور پریشان اِدھر اُدھر دیکھ رہا ہے)

دیہاتی : (زور سے بڑبڑاتے ہوئے) نہ جانے کہاں آ کر پھنس گیا ہوں۔ کوئی ڈھنگ کا آدمی ملتا ہی نہیں، سب اپنے کاروبار میں اُلجھے ہوئے ہیں۔ آخر کس سے پوچھوں؟

(ایک شخص چشمہ لگائے ہوئے سامنے سے گزرتا ہے)

دیہاتی : (آواز لگاتے ہوئے) بھائی صاحب! کیا آپ میری بات سنیں گے؟

چشمے والا : (غصّے سے دیہاتی کی طرف دیکھ کر) کیوں نہیں! کیا میں بہرا ہوں جو نہیں سنوں گا؟

دیہاتی : (کچھ گھبرا کر) جی نہیں..... میرا مطلب یہ نہیں تھا۔

چشمے والا : تو پھر کیا مطلب تھا تمھارا؟

دیہاتی : جی، میں آپ سے ایک پتا پوچھنا چاہتا ہوں۔

چشمے والا : پتا پوچھنے کے لیے کیا میں ہی ملا ہوں تمھیں؟ کیا میں کوئی پوسٹ مین ہوں؟

دیہاتی : معاف کرنا بھائی، غلطی ہو گئی۔

(چشمے والا بڑبڑاتا ہوا چلا جاتا ہے۔ دیہاتی پھر اِدھر اُدھر دیکھنے لگتا ہے)

دیہاتی : یہ تو چلا گیا، اب کیا کروں؟

(سامنے سے ایک نوجوان کان میں ایئرفون لگائے ہوئے آتا ہے)

دیہاتی : اس نوجوان سے پوچھتا ہوں۔ پڑھا لکھا معلوم ہوتا ہے۔ (زور سے پکارتا ہے) اے بھائی، ذرا سننا تو.....

نوجوان : (ایئرفون کو کان سے ہٹا کر) کیا ہے؟

دیہاتی : بھائی، مجھے کچھ پوچھنا ہے۔

نوجوان : پوچھیے .... جلدی پوچھیے۔ میری ٹرین کا وقت ہو رہا ہے۔

دیہاتی : بھائی .... میں مرزا شرف الدین سے ملنے آیا ہوں۔ وہ .....

نوجوان : کون شرف الدّین ..... وہ ڈاڑھی والے؟

دیہاتی : نہیں .... اُن کے ڈاڑھی نہیں ہے۔

نوجوان : کیا اُن کا سر گنجا ہے؟

دیہاتی : جی نہیں ....

نوجوان : اُن کا کچھ اتا پتا .....؟

دیہاتی : (سوچتے ہوئے) پتا .... کیا نام ہے اُس جگہ کا .... کوئی واڑی ہے۔

نوجوان : آپ سوچتے رہیے۔ میری گاڑی چھوٹ جائے گی۔ (چلا جاتا ہے)

دیہاتی : یا خدا! اب کس سے پوچھوں؟ (پریشان ہو کر پھر اِدھر اُدھر دیکھتا ہے)

(اتنے میں ایک موٹا شخص مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے دیہاتی کے سامنے سے گزرتا ہے)

دیہاتی : (موٹے شخص کے قریب جا کر) بھائی صاحب ذرا رُکیے۔ (موٹا شخص رُک جاتا ہے)

(دیہاتی سر اُٹھا کر) شکر ہے خدا! ایک شریف آدمی تو ملا۔ اسی سے پوچھتا ہوں۔ جناب .....

موٹا شخص : (غصّے سے دیہاتی کو گھور کر) کیا کہا؟ شریف آدمی ..... اپنے آپ کو بہت عقلمند سمجھتے ہو؟ طنز کر رہے ہو مجھ پر؟

دیہاتی : آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔

موٹا شخص : (اور بھی غصّے سے) میں غلط سمجھ رہا ہوں؟ گویا میں بے وقوف ہوں اور آپ صحیح فرما رہے ہیں؟

دیہاتی : افوہ! آخر .....

موٹا شخص : (آنکھیں نکال کر) افوہ! ایک تو دؤسروں پر طنز کرتے ہو اور 'افوہ' بھی کرتے ہو۔

دیہاتی : اچھا جناب، معاف کیجیے۔

موٹا شخص : (اُچھل کر) معاف کیجیے! معاف کیجیے؟ پہلے میری بے عزّتی کی اور اب کہتے ہو، معاف کیجیے ..... یہاں بھکاری سے کہتے ہیں معاف کرو۔ کیا میں تمھیں بھکاری لگتا ہوں؟

دیہاتی : اے خدا! نہ جانے کہاں پھنس گیا ہوں۔

موٹا شخص : (گھورتے ہوئے) پھنس گیا ہوں .... کیا میں نے تمھیں پھنسایا ہے....؟

دیہاتی : (دونوں کان پکڑ کر) بھائی غلطی ہو گئی ....!

موٹا شخص : (بڑبڑاتا ہے) پتا نہیں کہاں کہاں سے چلے آتے ہیں۔ (جاتا ہے)

دیہاتی : چلا گیا؟ چلو جان چھوٹی .... مگر کیا کروں؟ عجیب لوگ ہیں یہاں کے۔ اب کس سے پتا پوچھوں؟ (سامنے دیکھتا ہے جہاں ایک شخص سیب سے بھری ٹوکری لیے بیٹھا زور زور سے چلّا رہا ہے) چلو اب اسی سے پوچھتا ہوں۔ (سیب والے کے پاس جاتا ہے) بھیّا سیب والے!

سیب والا : سو روپے کلو۔ ایک پیسہ کم نہیں۔

دیہاتی : بھیّا، مجھے سیب نہیں چاہیے۔ کچھ پوچھنا ہے۔

سیب والا : اچھا چلو اسّی روپے سے دیتا ہوں مگر اب ایک پیسہ کم نہیں کروں گا۔

دیہاتی : لیکن مجھے .....

سیب والا : بس جو کہہ دیا، کہہ دیا۔ (چلّانے لگتا ہے) سو روپے کلو، سو روپے کلو۔

دیہاتی : بھائی سیب والے، مجھے ایک جگہ کا پتا چاہیے۔ ذرا مہربانی کرکے .....

سیب والا : معاف کرنا اپنے دھندے کا ٹائم ہے۔ اپنے کو فرصت نہیں، بعد میں آنا۔ سو روپے کلو سیب! سو روپے کلو!

(دیہاتی واپس آکر پھر اسی جگہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ سامنے پان والا بار بار اس دیہاتی کو دیکھتا ہے پھر اپنے کام میں لگ جاتا ہے)

دیہاتی : (بڑبڑاتے ہوئے) ایسا لگتا ہے دوبارہ گاؤں واپس جانا پڑے گا۔ یہاں آئے تھے نوکری ڈھونڈنے کے لیے

.....واہ! یہ کوئی شہر ہے.......اور یہاں کے لوگ.......!

(اچانک سامنے نظر پڑتی ہے۔ پان والا اسے اشارے سے بلا رہا ہے۔ دیہاتی فوراً وہاں پہنچتا ہے)

پان والا : کیوں بھائی، کسے ڈھونڈ رہے ہو؟ بہت دیر سے دیکھ رہا ہوں۔ کچھ پریشان سے نظر آتے ہو۔ کیا بات ہے؟

دیہاتی : (اُداسی سے) کیا بتاؤں بھائی؟ بڑی دیر سے ایک ایک سے پتا پوچھ رہا ہوں۔ عجیب لوگ ہیں یہاں کے، کسی کی سنتے ہی نہیں۔ میں اپنے گاؤں سے آیا ہوں۔ بڑی مشکل سے ٹکٹ کا پیسہ حاصل کیا تھا مگر.......

پان والا : کس جگہ کا پتا چاہیے؟

دیہاتی : (سوچنے لگتا ہے) ارے، کیا نام تھا۔ افوہ! دیکھو، بھول گیا۔ کوئی اچّھا سا نام تھا کسی ترکاری پر.....بیگن.....نہیں... آلو...پیاز...آخر....؟

پان والا : کہیں گاجرواڑی تو نہیں؟

دیہاتی : (اُچھل جاتا ہے) ہاں ہاں، بالکل یہی نام ہے اس جگہ کا۔

پان والا : تو بھائی! جہاں تم کھڑے ہو، وہی گاجرواڑی ہے۔

دیہاتی : (آنکھیں پھاڑ کر) کیا؟ یہی؟ یعنی؟ (دیہاتی دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیتا ہے)

پان والا : ارے بھائی کیا ہوا تمھیں؟ طبیعت تو ٹھیک ہے؟

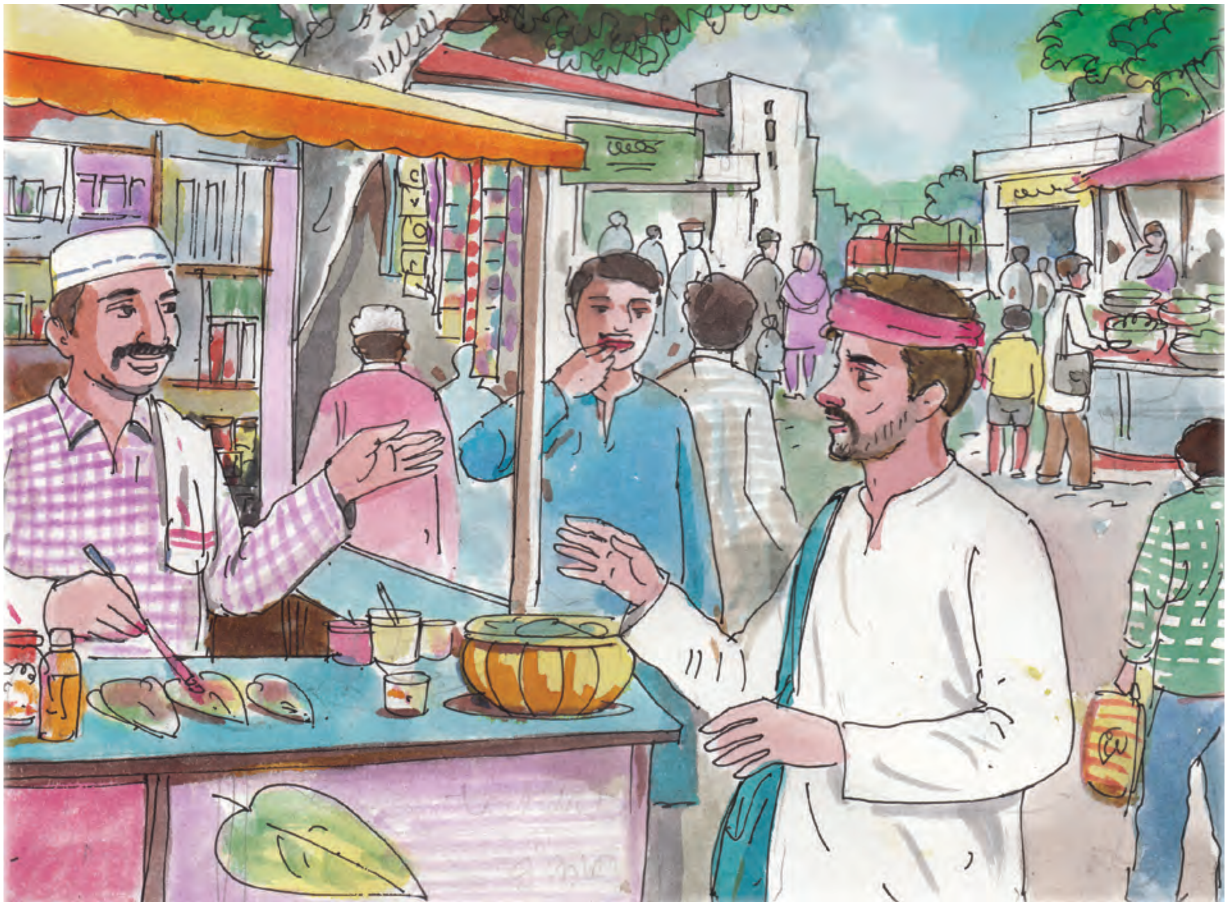

دیہاتی : (سنبھل کر) اگر یہی گاجرواڑی ہے تو..... یہاں صرف ایک تمھاری ہی پان کی دکان نظر آرہی ہے...کہیں تم.....

پان والا : کیوں؟ آخر کیا بات ہے؟ تم کون ہو؟

دیہاتی : میرا نام کریمو ہے۔ تم شرفو تو نہیں؟

پان والا : ارے بالکل! میرا نام شرفو ہے۔ کیا تمھیں رحیم چاچا نے بھیجا ہے؟ انھوں نے مجھے فون کیا تھا کہ تم آنے والے ہو۔

دیہاتی : ارے، شرفو تم..... (دونوں خوشی سے ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں)

(پردہ گرتا ہے)

****

جان چھوٹنا - چھٹکارا پانا، پیچھا چھوٹنا

آنکھیں پھاڑ کر - حیرت سے

مشق

❋ ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ دیہاتی کی ملاقات پہلے کس سے ہوتی ہے؟

۲۔ دیہاتی نے چشمے والے کو کیوں روکا؟

۳۔ نوجوان کان میں کیا لگائے ہوئے تھا؟

۴۔ دیہاتی نے نوجوان کے بارے میں کیا اندازہ لگایا؟

۵۔ نوجوان کو کس بات کی جلدی تھی؟

۶۔ موٹے شخص کے بارے میں دیہاتی نے کیا سوچا؟

۷۔ دیہاتی کس سے ملنا چاہتا تھا؟

۸۔ دیہاتی کو اشارے سے کس نے بلایا؟

۹۔ دیہاتی کا اصل نام کیا تھا؟

۱۰۔ اپنی کس غلطی کی وجہ سے دیہاتی پریشان ہوا؟

۱۱۔ دیہاتی نے پریشان ہو کر اپنا سر کیوں پکڑ لیا؟

❋ مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ سیب والے نے دیہاتی کو کیا جواب دیا؟

۲۔ دیہاتی نے کن لوگوں سے پتا پوچھا؟

۳۔ مایوس ہوکر دیہاتی کیا سوچنے لگا؟

۴۔ پان والے نے دیہاتی سے کیا پوچھا؟

۵۔ دیہاتی نے پان والے کو کیا جواب دیا؟

❋ یہ جملے کس نے کہے؟

۱۔ ”نہ جانے کہاں آکر پھنس گیا ہوں۔“

۲۔ ”کیا میں کوئی پوسٹ مین ہوں؟“

۳۔ ”کیا اُن کا سر گنجا ہے؟“

۴۔ ”کیا میں تمھیں بھکاری لگتا ہوں؟“

۵۔ ”معاف کرنا، اپنے دھندے کا ٹائم ہے۔“

۶۔ ”کیوں بھائی، کسے ڈھونڈ رہے ہو؟“

❋ غور کرکے بتائیے۔

اس ڈرامے کا عنوان ’تلاش‘ ہے۔ آپ غور کرکے کوئی دوسرا مناسب عنوان بتائیے۔

3VYZHE

❋ صفحہ ۵۶ کی تصویر میں آپ کیا دیکھ رہے ہیں؟ اسے بیان کیجیے۔

سرگرمی:

اگر کوئی اجنبی آپ سے کہیں کا پتا پوچھے تو آپ کیا کریں گے؟ اپنے دوستوں سے بات چیت کیجیے کہ ہم ایسے اور کون سے اچھے کام کرسکتے ہیں۔

۱۸

قدم بڑھاؤ دوستو

بشر نواز

پیدائش : ۱۸/ اگست ۱۹۳۵ء — وفات : ۹/ جولائی ۲۰۱۵ء

بشر نواز اُردو کے ایک اہم شاعر ہیں۔ ان کا تعلق اورنگ آباد (مہاراشٹر) سے ہے۔ 'رائیگاں' اور 'اجنبی سمندر' ان کے شعری مجموعے ہیں۔

ذیل کی نظم میں بشر نواز نے بچوں کو مسلسل اچھے کام کرتے رہنے کی ترغیب دی ہے اور مشکلوں سے نہ گھبرا کر آگے بڑھنے کا حوصلہ دیا ہے۔

قدم بڑھاؤ دوستو ، قدم بڑھاؤ دوستو
چلو کہ ہم کو منزلیں بُلا رہی ہیں دُور سے
چلو کہ سارے راستے دُھلے ہوئے ہیں نُور سے
چمن کُھلا کُھلا سا ہے
اُفُق دُھلا دُھلا سا ہے
دِیے جلاؤ راہ میں ، وطن کا نوسنگھار ہے
نئی نئی بہار ہے
قدم بڑھاؤ دوستو ، قدم بڑھاؤ دوستو
سفر کی ابتدا ہے یہ ، ابھی رُکو نہ راہ میں
پہاڑ ہو کہ غار ہو ، نہ لاؤ تم نگاہ میں
روش پُرانی چھوڑ کر
قدم قدم سے جوڑ کر
چلے چلو کہ وقت کو تمھارا انتظار ہے
نئی نئی بہار ہے
قدم بڑھاؤ دوستو ، قدم بڑھاؤ دوستو

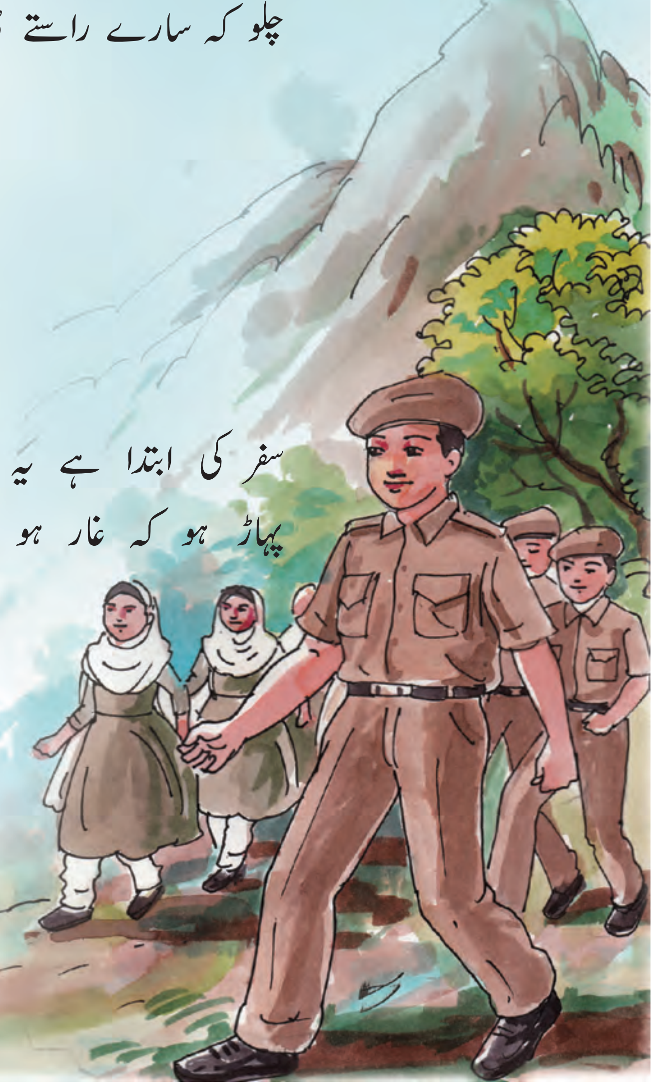

کہو ، وطن کی خاک ہی کو گلستاں بنائیں گے
روش روش کو اس چمن کی کہکشاں بنائیں گے
کلی کلی نکھار کے
جلاؤ دیپ پیار کے
ہمیں خود اپنے گلستاں پہ آج اختیار ہے
نئی نئی بہار ہے
قدم بڑھاؤ دوستو ، قدم بڑھاؤ دوستو

****

راستے ڈھلے ہوئے ہیں نور سے — راستوں پر روشنی پھیلی ہوئی ہے۔
اُفق — جہاں زمین اور آسمان ملتے ہوئے نظر آتے ہیں۔
نوسنگھار — نئی سجاوٹ
نگاہ میں نہ لانا — پروا نہ کرنا
روش — طریقہ، راستہ

خاک کو گلستاں بنائیں گے — وطن کو سجائیں گے، ترقی کریں گے
کہکشاں — رات کے وقت آسمان میں دِکھائی دینے والا تاروں کا دودھیا پٹّا
دیپ — چراغ
اختیار — قابو، حق

مشق

❄ **ایک جملے میں جواب لکھیے۔**

۱۔ مسافروں کو کون بلا رہا ہے؟
۲۔ راستے کیسے ہیں؟
۳۔ اپنی منزل کی طرف کسے بڑھنا چاہیے؟
۴۔ شاعر وطن کی خاک کو کیا بنانا چاہتا ہے؟
۵۔ شاعر کون سے دیپ جلانا چاہتا ہے؟

غور کر کے بتائیے : پیار کے دیپ جلانے سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

سرگرمی : نظم کے وہ مصرعے لکھیے جن میں لفظوں کی تکرار آئی ہے۔

3H8VY2

نام اور کام

اِدارہ

اس سبق میں کام کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ پانچویں جماعت کا ایک بھولا بھالا طالب علم اپنے ہم جماعت دوستوں کی شرارت سے پریشان ہوکر ہیڈ ماسٹر کے پاس پہنچتا ہے اور اپنا نام بدلنے کی خواہش ظاہر کرتا ہے۔ وجہ پوچھنے پر وہ بتاتا ہے کہ میرے دوست میرا نام بگاڑ کر مجھے چڑاتے ہیں۔ تب ہیڈ ماسٹر اس طالب علم کو بہت ہی پیار سے سمجھاتے ہیں کہ نام سے کچھ نہیں ہوتا، انسان کا کام اہم ہوتا ہے۔

وہ پانچویں جماعت کا طالب علم تھا۔ بہت سیدھا سادا اور بھولا بھالا۔ اس کی جماعت میں دو تین طالب علم بہت شریر تھے۔ ہمیشہ اُسے ستاتے رہتے اور اس کا صحیح نام لینے کی بجائے 'کلّوکلّو' کہہ کر چڑاتے تھے۔ وہ ہمیشہ یہی سوچتا رہتا کہ دنیا میں نام کی بڑی اہمیت ہے۔ اگر میں اس نام کی بجائے کوئی دوسرا اچھا سا نام رکھ لوں تو ساتھیوں کی چھیڑ خانی سے بچ جاؤں گا۔

ایک دِن اس کے ساتھیوں نے اسے بہت تنگ کیا۔ پریشانی کے عالَم میں وہ ہیڈ ماسٹر صاحب کے آفس پہنچ گیا۔ اندر آنے کی اجازت لی اور ان کے سامنے جا کر خاموش کھڑا ہوگیا۔

ہیڈ ماسٹر صاحب نے اسے غور سے دیکھا اور بڑی نرمی سے پوچھا، "کیا بات ہے؟ اتنے پریشان کیوں ہو؟"

اس نے ہمّت کر کے کہنا شروع کیا، "جناب! میرے والدین نے میرا جو نام رکھا ہے میرے ساتھی اسے بگاڑ کر مجھے چِڑاتے رہتے ہیں۔ مہربانی کر کے میرا نام بدل کر کوئی اچھّا سا نام رکھ دیجیے۔"

ہیڈ ماسٹر صاحب نے اُسے سمجھایا، "دیکھو بیٹا! یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔ یوں بھی دنیا میں نام اہم نہیں ہوتا۔ اصل اہمیت کام کی ہوتی ہے۔ تمھیں اپنے نام کے لیے اتنا فکرمند نہیں ہونا چاہیے۔"

ہیڈ ماسٹر صاحب کی باتوں سے اُسے تسلّی نہیں ہوئی۔ وہ چُپ چاپ وہیں کھڑا رہا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ لیے تھے۔ اُنھوں نے ہمدردی سے کہا، "لگتا ہے تم نام بدلنا ہی چاہتے ہو۔ خیر، تمھارا نام تبدیل کرنے کی کوشش کریں گے لیکن تمھیں اپنی پسند کا نام خود تلاش کرنا ہوگا۔"

"میں اپنا نام کس طرح تلاش کروں؟" اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

ہیڈ ماسٹر صاحب نے سوچتے ہوئے کہا، "ایسا کرو...... اپنے محلّے کا دورہ کرو۔ لوگوں کے نام معلوم کرو۔ اُن ناموں کی ایک فہرست بناؤ اور اس میں سے ایک نام پسند کرلو۔ آٹھ دن بعد اسی وقت آکر مجھ سے ملاقات کرنا۔"

وہ خوشی خوشی گھر لوٹ آیا۔ دُوسرے روز سے ہیڈ ماسٹر صاحب کے بتائے ہوئے طریقے پر اس نے عمل کرنا شروع کردیا۔ وہ روزانہ چُھٹّی کے بعد گھر لَوٹتا اور تازہ دم ہوکر محلّے کے دورے پر نکل جاتا۔ گلیوں میں گھُومتا پھرتا اور لوگوں کے نام معلوم کر کے فہرست میں لکھ لیتا۔ اس کے محلّے میں سینکڑوں لوگ رہتے تھے۔ سبھی کے نام لکھنا ممکن نہ تھا۔ اس نے ایک آسان ترکیب ڈھونڈ نکالی۔ وہ صرف اُنھیں لوگوں کے نام لکھتا جو محلّے ہی میں نہیں، آس پاس بھی معرُوف تھے اور اپنا ایک مقام رکھتے تھے۔ چار پانچ دنوں میں فہرست مکمّل ہوگئی۔ اس نے سوچا، اب اس میں سے کسی نام کا انتخاب کرلینا چاہیے۔

اس نے فہرست دیکھی۔ کل پچیس نام تھے۔ وہ ایک ایک نام پر نظر ڈالتا گیا: یہ ڈاکٹر محمد فاروق ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں اللہ نے شفا دی ہے۔ ان کے دواخانے میں ہمیشہ مریضوں کی بھیڑ رہتی ہے۔ یہ ایڈوکیٹ محمد نعیم ہیں۔ قانون میں زبردست مہارت رکھنے والے۔ بڑی محنت اور لگن سے مقدّمات کی پیروی کرتے ہیں۔ بہت سے مقدّمات جیت چکے ہیں۔ یہ انجینئر احسان الحق ہیں۔ شہر کی کئی عالیشان عمارتیں ان کی فنّی مہارت کا ثبوت ہیں۔ محلّے میں سب سے شاندار آفس انھیں کا ہے۔ یہ عظمت بیگ صاحب ہیں۔ کسی سرکاری محکمے میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں۔ بڑے کرّوفر سے رہتے ہیں۔ کار سے آفس آتے جاتے ہیں۔ اگلا نام نعمت اللہ صاحب کا ہے۔ یہ کپڑے کے بہت بڑے تاجر ہیں۔ ان کی دکان کی چمک دمک دیکھ کر راہ گیر چلتے چلتے رک جاتے ہیں۔ وہ ہمیشہ گاہکوں میں گھِرے رہتے ہیں۔ انھیں بات کرنے کی بھی فرصت نہیں ملتی۔ غرض فہرست کے سارے لوگ نمایاں حیثیت کے مالک تھے۔

ہیڈ ماسٹر صاحب کے حکم کے مطابق طالب علم مقرّرہ دن ٹھیک وقت پر اُن کے آفس میں پہنچ گیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے پُوچھا، "تم نے میری ہدایت پر عمل کیا ہوگا؟"

"جی جناب!" اس نے آہستہ سے کہا۔

"اب بتاؤ، تم نے اپنے لیے کون سا نام پسند کیا؟" انھوں نے پوچھا۔

اس نے ادب سے کہا، "سر! میرے محلّے میں کئی مشہور لوگ رہتے ہیں۔ اُن کے نام بھی بڑے اچھّے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنے لیے کون سا نام منتخب کروں۔"

ہیڈ ماسٹر صاحب نے کہا، "ٹھیک ہے۔ یہ مشکل میں حل کیے دیتا ہوں۔ تم محلّے میں کئی دنوں تک گھومے پھرے۔ تمھارے محلّے میں لوگ سب سے زیادہ عزّت کس شخص کی کرتے ہیں؟"

"جی.....سعید احمد صاحب کی۔" اس نے بے ساختہ جواب دیا۔

"بس تم اپنا نام سعید احمد رکھ لو۔ لوگ تمھاری بھی اتنی ہی عزّت کرنے لگیں گے جتنی ان کی کرتے ہیں۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ لوگ نام کی وجہ سے اُن کی عزّت نہیں کرتے۔" وہ بے اختیار بول اُٹھا۔

"پھر کس وجہ سے کرتے ہیں؟" ہیڈ ماسٹر صاحب نے سوال کیا۔

"وہ مصیبت میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔ اپنے پڑوسیوں کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ محلّے میں کوئی بھی بیمار پڑ جائے، سعید احمد صاحب اس کا حال چال جاننے کے لیے موجود۔ وہ ہر ایک سے بڑی محبت سے ملتے ہیں۔" اچانک اس کے ذہن میں بجلی کی طرح کوئی خیال آیا۔ وہ بولتے بولتے تھوڑی دیر کے لیے رُکا، پھر بڑے جوش سے کہنے لگا، "سر! اب میں سمجھ گیا۔ نام سے زیادہ انسان کا کام اہم ہوتا ہے۔ اب میں نام بدلنے کا خیال اپنے دل سے نکال دوں گا۔"

ہیڈ ماسٹر صاحب نے خوش ہو کر کہا، "شاباش! تم نے بہت صحیح نتیجہ نکالا کہ سعید احمد صاحب کی عزّت ان کی خوبیوں کی وجہ سے ہے۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

وہ آفس کے دروازے تک پہنچا تھا کہ ہیڈ ماسٹر صاحب نے اسے آواز دی اور کہا، "ایک خوش خبری سن لو۔ تمھاری جماعت کے جو ساتھی تمھیں پریشان کرتے تھے اُنھوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے۔"

وہ خوشی سے جھومتا ہوا اپنی جماعت کی طرف روانہ ہوا جہاں اس کے سب ساتھی اس کا انتظار کر رہے تھے۔

****

انتخاب کرنا	-	چُننا	عہدے پر فائز ہونا	-	عہدے پر مقرر ہونا
ان کے ہاتھوں میں اللہ نے شفا دی ہے	-	ان کے علاج سے لوگ اچھے ہو جاتے ہیں۔	کرّوفر	-	شان و شوکت
			نمایاں	-	خاص، واضح
مہارت رکھنا	-	کسی کام میں بہت لائق ہونا	منتخب کرنا	-	چننا

مشق

❋ **ایک جملے میں جواب لکھیے۔**

ا۔ پانچویں جماعت کا طالب علم اپنے ساتھیوں سے کیوں پریشان تھا؟

۲۔ طالب علم اپنے نام کے متعلق ہمیشہ کیا سوچتا رہتا تھا؟

❋ **مختصر جواب لکھیے۔**

ا۔ پہلی ملاقات میں طالب علم نے ہیڈ ماسٹر صاحب سے کیا کہا؟

۲۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے اسے کیا سمجھایا؟

❋ **مفصّل جواب لکھیے۔**

ا۔ محلّے کے لوگوں کے نام کی فہرست کس طرح تیار ہوئی؟

۲۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اور طالب علم کی دوسری ملاقات بیان کیجیے۔

❋ **اس سبق میں لفظ 'فکرمند' آیا ہے۔ 'مند' لگا کر ایسے ہی دوسرے پانچ الفاظ بنائیے۔**

❋ **جائزہ لیجیے :**

ا۔ اپنے دوست سے گفتگو کیجیے کہ آپ کی جماعت میں کون سے ناپسندیدہ واقعات ہوتے ہیں۔ اس گفتگو میں کسی کا نام نہ لیا جائے۔

۲۔ آپ کی کسی بات سے جماعت کے کسی ساتھی کی دل آزاری تو نہیں ہوتی۔

❋ **غور کرکے بتائیے :**

اس سبق میں جس طرح بتایا گیا ہے، اس طرح آپ کو کوئی پریشان کرتا تو آپ کیا کرتے؟

❋ **ذیل کے سوال کے متعلق اپنے دوستوں سے بات چیت کیجیے :**

ڈاکٹر، وکیل، انجینئر، افسر، تاجر، دوسروں کی بھلائی کے کیا کام کرسکتے ہیں؟

3MHRZP

سرگرمی :

معلوم کیجیے، کیا سعید احمد صاحب کی طرح کوئی شخص آپ کے محلّے میں موجود ہے۔ ان سے ملاقات کیجیے۔

۲۰ وقت کا گیت

شفقؔ رضوی عماد پوری

شفقؔ رضوی گیا شہر (بہار) سے قریب عماد پور میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل (تاریخی) نام مظہر سعید ہے۔ کنز المعانی، خیابانِ رحمت، حدیقۂ آخرت ان کی کتابیں ہیں۔

شاعر نے اس نظم میں وقت کی اہمیت بتائی ہے اور اس بات کی بھی نشان دہی کی ہے کہ وقت کے کھونے سے کیا کیا نقصانات ہوتے ہیں۔

مُسافر نہیں میں ٹھہر جانے والا
اِدھر آنے والا ، اُدھر جانے والا
نہاں ہو کے مثلِ نظر جانے والا
نگاہوں سے پَل میں گزر جانے والا
وہ ہوں آنے والا کہ جو آ کے جائے
وہ ہوں جانے والا کہ جاکر نہ آئے

اگر آج آیا تو کل جانے والا
میں ہوں ہاتھ آکر نکل جانے والا
کوئی آن میں ہوں بدل جانے والا
زمیں پر میں سایہ ہوں ڈھل جانے والا
نہ کھو مجھ کو نادان ، غفلت میں سوکر
جو سوتے ہیں ، پاتے نہیں مجھ کو کھوکر

وہ دولت ہوں ، مُفلس بنے جو لُٹائے
وہ نعمت ہوں ، جاکر نہ جو ہاتھ آئے
وہ قسمت ہوں ، خوش قسمتی سے جو پائے
جگہ اپنی ہر دل میں انساں بنائے

جو پیارا کہے مجھ کو ، پیارا وہی ہے
دو عالَم کی آنکھوں کا تارا وہی ہے

خبردار ، او بے خبر سونے والے
جو ہیں سونے والے ، وہ ہیں کھونے والے
متاعِ گراں مایہ کے کھونے والے
ہیں آخر پشیماں بہت ہونے والے

جو رہرو ہے ، رہزن سے ہشیار ہوجا
چلا قافلہ ، جلد بیدار ہوجا

نہاں	چُھپا ہوا	پشیماں ہونا	شرمندہ ہونا
مثلِ نظر	نظر کی طرح، پلک جھپکتے ہی	رہرو	راہ چلنے والا
ہاتھ آ کر نکل جانا	ہاتھ آ کر کھو جانا	رہزن	لٹیرا
دو عالَم کی آنکھوں کا تارا	دنیا میں سب کو پسند آنے والا	بیدار ہونا	جاگنا، ہوشیار ہونا
متاعِ گراں مایہ	قیمتی دولت		

مشق

❋ نظم کی مدد سے خانہ پُری کیجیے۔

وہ .... ہوں ، مفلس بنے جو لٹائے
وہ .... ہوں ، جا کر نہ جو ہاتھ آئے
وہ .... ہوں ، خوش قسمتی سے جو پائے
جگہ اپنی ہر .... میں انساں بنائے

❋ ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ نظم میں مسافر کسے کہا گیا ہے؟
۲۔ اس نظم میں وقت کو کس قسم کا سایہ کہا گیا ہے؟
۳۔ شاعر نے نادان کسے کہا ہے؟
۴۔ آخر میں کس کو پشیمانی ہوتی ہے؟

❋ درج ذیل اشعار کی تشریح کیجیے۔

۱۔ وہ ہوں آنے والا کہ جو آ کے جائے ، وہ ہوں جانے والا کہ جا کر نہ آئے
۲۔ متاعِ گراں مایہ کے کھونے والے ، ہیں آخر پشیماں بہت ہونے والے

❋ غور کیجیے : آپ دن بھر روزانہ کون کون سے کام انجام دیتے ہیں؟ کیا ان میں ایسے بھی کام شامل ہیں جن کا کرنا غیر ضروری ہے؟

کدّو عرف لوکی

یوسف ناظم

پیدائش : ۷/نومبر ۱۹۲۱ء وفات : ۲۳/جولائی ۲۰۰۹ء

یوسف ناظم مہاراشٹر کے شہر جالنہ میں پیدا ہوئے۔ وہ اعلیٰ سرکاری عہدے پر فائز تھے۔ انھوں نے بہت سے طنزیہ و مزاحیہ مضامین لکھے ہیں۔ 'دیوار یے'، 'سائے ہم سائے' وغیرہ ان کے مضامین کے مجموعے ہیں۔ 'پلک نہ مارو' بچوں کے لیے لکھے گئے ان کے مضامین اور ڈراموں کا مجموعہ ہے۔ ان کا انتقال ممبئی میں ہوا۔

اس سبق میں کدّو عرف لوکی جیسی ایک عام ترکاری کے تعلق سے بڑی مزے دار اور دلچسپ باتیں بتائی گئی ہیں۔ مضمون کو پڑھتے ہوئے آپ کو لطف بھی آئے گا اور آپ کی معلومات میں اضافہ بھی ہوگا۔

کدّو بھی کیا ترکاری ہے۔ اس کے دو نام ہیں : ایک کدّو، دوسرا لوکی۔ لوکی اچھّی ہوتی ہے جبکہ کدّو اچھّا ہوتا ہے لیکن دونوں کا مزہ ایک سا ہوتا ہے۔ کدّو کی قسمیں بھی دو ہیں۔ لمبا کدّو جسے یا تو کھڑا رکھنا پڑتا ہے یا ٹوکری میں لٹانا پڑتا ہے۔ لیٹا ہوا کدّو ایک لمبے قد کے بچّے کی طرح دِکھائی دیتا ہے جو پالنے میں سو رہا ہو۔ لمبے کدّو بیٹھ نہیں سکتے کیونکہ اُن کے گھٹنے نہیں ہوتے کہ موڑے جاسکیں۔ جس طرح لمبے کدّو بیٹھ نہیں سکتے اسی طرح بیٹھنے والے کدّو کھڑے نہیں ہوسکتے کیونکہ یہ فٹ بال کی طرح گول مٹول ہوتے ہیں اس لیے صرف لڑھک سکتے ہیں۔ فٹ بال میں ہوا بھری ہوتی ہے اور کدّو میں گودا بھرا ہوتا ہے۔ گول کدّو جگہ زیادہ گھیرتے ہیں اس لیے کم تعداد میں پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے کدّوؤں کو شکرقندی کدّو بھی کہا جاتا ہے۔ لوگ کچھ بھی کہیں ہوتا تو وہ کدّو ہی ہے۔

کدّو ان ترکاریوں میں سے ایک ہے جس کا میٹھا بنایا جائے تو گاجر کے حلوے کو بھی مات دے دے مگر شرط یہ ہے کہ آپ کو حلوہ بنانا آتا ہو۔ کدّو اور گاجر میں فرق یہ ہے کہ کدّو کا میٹھا انگوری رنگ کا ہوتا ہے اور گاجر کا حلوہ سرخ انار کے رنگ کا، مگر رنگ سے ہمیں کیا لینا، مطلب تو حلوہ کھانے سے ہے۔

کدّو اور تربوز کی شکلیں ملتی جلتی ہیں۔ مگر شکلیں ملنے سے کیا ہوتا ہے کیونکہ کدّو تربوز نہیں بن سکتا اور تربوز کدّو نہیں بن سکتا۔ تربوز کے ٹھاٹ ذرا نرالے ہیں۔ اُسے گھر کے آنگن میں پیدا نہیں کیا جاسکتا، اسے ندی کا کنارا چاہیے۔ کدّو گھریلو ترکاری ہے۔ اگر آپ کے گھر کے آنگن میں کونے

خالی پڑے ہیں تو ایک کونے میں کدّو پیدا کیا جاسکتا ہے۔ کچھ لوگ کدّو کو آرام پہنچانے کی خاطر ایک منڈوا بھی بنا دیتے ہیں۔ یہ منڈوا گھر میں پڑی پرانی لکڑی سے بنایا جاتا ہے۔خبردار! منڈوے میں نئی لکڑی استعمال نہ کی جائے کیونکہ نئی لکڑی پر بیل چڑھنے میں وقت لگتا ہے۔گھر میں جو کدّو پیدا ہوتے ہیں، وہ کھیت میں پیدا ہونے والے کدّوؤں کے مقابلے میں ذرا دُبلے ہوتے ہیں۔ان کا قد بھی چھوٹا ہوتا ہے لیکن ان کا ذائقہ بہت مزے دار ہوتا ہے۔کدّو کا گودا بہت نرم ہوتا ہے اور رنگ سفید۔ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے سفید ریشم کا لچھا ہو۔جی تو چاہتا ہے کہ جس حالت میں ہے، اُسی حالت میں کھا لیا جائے لیکن ایسا کرنا نہیں چاہیے۔اسے پکانے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے۔

دو لمبے لمبے کدّو اگر بچّوں کے ہاتھ میں تھما دیے جائیں تو بچّے جنگ کے کھیل میں کافی دیر تک مصرُوف رہ سکتے ہیں۔ کدّو تو نہیں ٹوٹیں گے لیکن بچوں کی اچھّی خاصی ورزش ہوجائے گی۔ بھُوک بھی کُھل کر لگے گی۔ بعد میں یہی کدّو ان کے کھانے کے کام آئیں گے۔

آدمیوں کے مزاج کی طرح ترکاریوں کا بھی مزاج ہوتا ہے۔کدّو کا مزاج ٹھنڈا ہوتا ہے۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسے کھانے کے بعد پیٹ میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگتی ہیں۔مطلب یہ کہ اس کی تاثیر میں ٹھنڈک ہوتی ہے۔ یہ ہضم بھی جلد ہوجاتا ہے لیکن صرف کدّو کے سہارے تو زندگی گزاری نہیں جاسکتی اسی لیے ہر وہ ترکاری، چاہے وہ زمین کے اندر پیدا ہوتی ہو یا زمین کے اوپر، نظروں کے سامنے کھانی چاہیے۔

ہمارا کام تھا کہ تمھیں کدّو اور لوکی سے واقف کرادیں۔تمھارا جو جی چاہے کھاؤ۔

****

پالنا	جھُولا	تاثیر	اثر
مات دینا	ہرا دینا، شکست دینا	واقف کرانا	معلومات دینا
انگوری رنگ	انگور کے رنگ کا، ہلکا سبز رنگ		

مشق

❋ سبق کی مدد سے خانہ پُری کیجیے۔

۱۔ کدّو بھی کیا .... ہے۔

۲۔ لوکی .... ہوتی ہے جبکہ کدّو .... ہوتا ہے۔

۳۔ کدّو میں .... بھرا ہوتا ہے۔

۴۔ کدّو کی تاثیر میں .... ہوتی ہے۔

❋ ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ کدّو کی کتنی قسمیں بتائی گئی ہیں؟

۲۔ گول کدّو اور فٹ بال میں کیا فرق ہے؟

۳۔ گول کدّو کو اور کیا کہتے ہیں؟

۴۔ کدّو کو گھریلو ترکاری کیوں کہا گیا ہے؟

۵۔ لمبے کدّوؤں سے بچّے کیا کام لیتے ہیں؟

۶۔ کدّو اور گاجر کے حلوے میں کیا فرق ہے؟

❋ مفصّل جواب لکھیے۔

۱۔ مصنف نے لمبے کدّو اور گول کدّو میں کیا فرق بتایا ہے؟

۲۔ سبق میں کدّو کے کیا استعمال بتائے گئے ہیں؟

3X1J3Z

❋ اس سبق میں مصنف نے بڑے دلچسپ اور مزاحیہ انداز میں کدّو کا تعارف کرایا ہے۔ سبق سے ایسے جملے چن کر لکھیے جو آپ کو بہت پسند آئے ہیں مثلاً لمبے کدّو بیٹھ نہیں سکتے کیونکہ ان کے گھٹنے نہیں ہوتے کہ موڑے جا سکیں۔

سرگرمی:

۱۔ معلوم کیجیے کہ آپ کے علاقے میں کدّو کو کیا کہا جاتا ہے اور آپ کے گھر میں اس سے کون کون سی چیزیں بنائی جاتی ہیں؟

۲۔ اپنے استاد سے کہیے کہ 'چل رے کدّو ٹُھمک ٹُھمک' کی کہانی سنائے۔

۲۲

شہد کی مکّھی اور بِھڑ

عروجؔ قادری

پیدائش : ۱۹۱۱ء — وفات : ۱۹۸۶ء

مشہور شاعر عروجؔ قادری رام پور میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام سیّد احمد قادری ہے۔ ’تحفۂ زنداں‘ اور ’سمت سفر‘ ان کے شعری مجموعے ہیں۔ عروجؔ قادری نے طلبہ کی اصلاح کے لیے کئی نظمیں لکھی ہیں۔ وہ بڑے دلکش اور پُر لطف انداز میں نصیحت کرتے ہیں۔

اس نظم میں شاعر نے یہ کہا ہے کہ اچھی سیرت غیروں کے دلوں کو موہ لیتی ہے۔ آدمی حسن و خوب صورتی کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے اچھے اخلاق اور میٹھے بول کی وجہ سے بڑا بنتا ہے۔

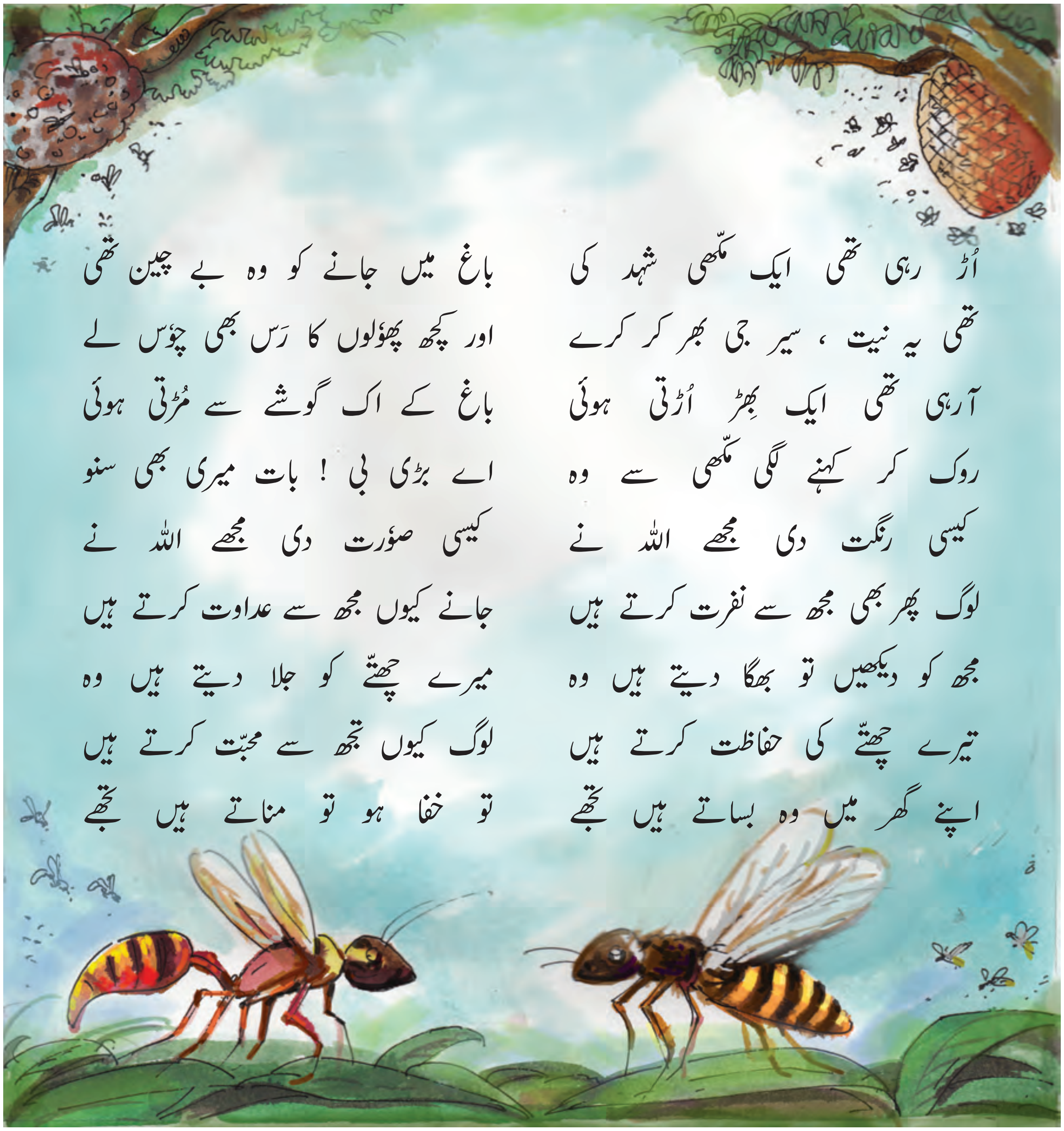

اُڑ رہی تھی ایک مکّھی شہد کی — باغ میں جانے کو وہ بے چین تھی
تھی یہ نیت ، سیر جی بھر کر کرے — اور کچھ پھوٗلوں کا رَس بھی چوس لے
آ رہی تھی ایک بِھڑ اُڑتی ہوئی — باغ کے اک گوشے سے مُڑتی ہوئی
روک کر کہنے لگی مکّھی سے وہ — اے بڑی بی ! بات میری بھی سنو
کیسی رنگت دی مجھے اللہ نے — کیسی صوٗرت دی مجھے اللہ نے
لوگ پھر بھی مجھ سے نفرت کرتے ہیں — جانے کیوں مجھ سے عداوت کرتے ہیں
مجھ کو دیکھیں تو بھگا دیتے ہیں وہ — میرے چھتّے کو جلا دیتے ہیں وہ
تیرے چھتّے کی حفاظت کرتے ہیں — لوگ کیوں تجھ سے محبّت کرتے ہیں
اپنے گھر میں وہ بساتے ہیں تجھے — تو خفا ہو تو مناتے ہیں تجھے

شہد کی مکّھی نے یہ سُن کر کہا　　میں بتاتی ہوں تجھے ، ہے بھید کیا
میٹھی میٹھی چیز اک لاتی ہوں میں　　شہد اپنے منہ سے ٹپکاتی ہوں میں
شہد کیا ، گویا ہے جنّت کی غذا　　رکھی ہے اللہ نے اُس میں شفا
رِیجھنا صورت پہ کچھ اچھّا نہیں　　رِیجھنا رنگت پہ کچھ اچھا نہیں
اچھّی سیرت اصل ہے ، صوُرت ہے کیا
ہو بُری سیرت تو پھر عزّت ہے کیا

****

بِھڑ - شہد کی مکھی جیسا ایک قسم کا زرد زہریلا کیڑا
عداوت - دشمنی
بھید - راز
رِیجھنا - بہت پسند کرنا، اِترانا
سیرت - اچھی عادتیں، اچھے اخلاق

مشق

❋ ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ شہد کی مکّھی باغ میں کیوں آئی تھی؟
۲۔ شہد کی مکّھی کو باغ میں کون ملا؟
۳۔ لوگ بِھڑ کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں؟
۴۔ لوگ بِھڑ اور شہد کی مکّھی میں سے کس کے چھتّے کی حفاظت کرتے ہیں؟
۵۔ شہد کی مکّھی نے شہد کے بارے میں کیا کہا؟

❋ مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ بِھڑ نے لوگوں کے سلوک کے بارے میں کیا شکایت کی؟
۲۔ لوگ شہد کی مکّھی کو کن باتوں کی وجہ سے پسند کرتے ہیں؟
۳۔ شہد کی مکّھی نے سیرت اور صورت میں کیا فرق بتایا ہے؟

❋ باغ میں شہد کی مکّھی اور بِھڑ میں ہونے والی بات چیت کو اپنے لفظوں میں لکھیے۔

سرگرمی : دو بچّے مل کر شہد کی مکّھی اور بِھڑ کی بات چیت کو مکالمے کی صورت میں جماعت میں سنائیں۔

461AX5

محمد حاجی صابو صدّیق

احمد اقبال

پیدائش : ۵؍نومبر ۱۹۴۰ء

احمد اقبال اورنگ آباد کے رہنے والے ہیں۔ وہ ایک وظیفہ یافتہ مدرّس اور اچھے ادیب ہیں۔ 'میرا شہر میرے لوگ' ان کے خاکوں کا مجموعہ ہے۔

'ممبئی شہر میں محمد حاجی صابو صدیق پالی ٹیکنک' ایک ایسا تعلیمی ادارہ ہے جس سے ہر سال سیکڑوں طالب علم فیض پاتے ہیں۔ اس سبق میں احمد اقبال نے اس باوقار ٹیکنیکل ادارے کے بانی 'محمد حاجی' اور اُن کے خاندان کی فلاحی خدمات کے بارے میں معلومات دی ہے۔

آپ نے حاتم طائی کا نام ضرور سنا ہوگا۔ حاتم کی سخاوت، مہمان نوازی اور دردمندی کے قصّے آج بھی مشہور ہیں۔ وہ ضرورت مندوں اور غریبوں کا ہمدرد اور مددگار تھا۔ آج ہم آپ کو ممبئی کے ایک ایسے ہی سخی اور دور اندیش شخص کے بارے میں بتاتے ہیں۔ اُن کا نام محمد حاجی اور ان کے والد کا نام صابو صدّیق تھا۔ محمد حاجی کا انتقال ۱۹۰۸ء میں صرف ۲۳ سال کی عمر میں ہوگیا تھا۔ اس کم عمری میں انھوں نے عوام کی فلاح و بہبود کے کئی کام کیے تھے۔

آج سے کوئی سو سال پہلے محمد حاجی آپ ہی کی طرح بچّے تھے۔ ان کے والد صابو صدّیق شکر کے بہت بڑے تاجر تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہمارے ملک میں شکر کے کارخانے نہیں تھے۔ ماریشس سے شکر درآمد کی جاتی تھی۔ اُن کا کاروبار لاکھوں میں نہیں، کروڑوں میں تھا۔ دولت کی فراوانی تھی۔ گھرانا دین دار تھا۔ اُن میں دردمندی اور لوگوں کی مدد کرنے کا جذبہ بھی تھا۔ وہ ہمیشہ لوگوں کے، خاص طور پر مسلمانوں کے مسائل؛ جیسے غریبی، مُفلسی، بے کاری اور تعلیمی پس ماندگی کے بارے میں غور و فکر کیا کرتے۔ وہ سوچتے تھے کہ مسلمان نوجوان تعلیم کے ساتھ ساتھ کوئی ہنر بھی ضرور سیکھیں تاکہ معاشرے میں باعزّت زندگی گزار سکیں۔ ضرورت مندوں کی مدد کا جذبہ محمد حاجی کو اپنے والد سے ملا تھا۔

جب محمد حاجی کی عمر صرف بیس سال کی تھی، اُن کے والد کا انتقال ہوگیا۔ وہ کروڑوں کی جائداد اور کاروبار کے مالک بن گئے۔

محمد حاجی صابو صدّیق نے ملّت کی بھلائی کے لیے سب سے پہلے صنعت و حرفت کا اسکول کھولنے کا ارادہ کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ملک میں کوئی ایسا اسکول نہ تھا جہاں طلبہ کو مختلف قسم کے ہنر سِکھائے جاتے ہوں۔

محمد حاجی صابو صدّیق نے اس طرح کے اسکول کے قیام کا ارادہ ہی نہیں کیا بلکہ اس عظیم مقصد کے لیے اٹھارہ لاکھ روپے بینک میں جمع بھی کرادیے۔ اس زمانے میں یہ بہت بڑی رقم تھی۔ ۱۹۳۶ء میں اس رقم سے ممبئی میں بائیکلہ کے قریب 'محمد حاجی صابو صدّیق ٹیکنیکل اسکول' قائم کیا گیا جہاں سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہزاروں طلبہ عزّت اور خوش حالی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اس اسکول کے قیام کے بعد بے روزگاری اور بے کاری میں کمی ہونے لگی اور عام لوگ بھی مختلف پیشہ ورانہ تعلیم اور ہنر کے کاموں کی طرف متوجہ ہونے لگے۔

'محمد حاجی صابو صدّیق ٹیکنیکل اسکول' کے قیام کے ٹھیک دس سال بعد ۱۹۴۶ء میں ممبئی کے مشہور تعلیمی ادارے

انجمن اسلام نے اس اسکول کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ انجمن اسلام کی سرپرستی اور بہتر انتظام کی وجہ سے یہ اسکول ترقّی کی منزلیں طے کرتا گیا، یہاں تک کہ ۱۹۵۸ء میں اسے پالی ٹیکنک کالج کا درجہ مل گیا۔ پالی ٹیکنک اس کالج کو کہتے ہیں جہاں میٹرک کے بعد طلبہ ہنرمندی کے مختلف پیشہ ورانہ کام سیکھتے ہیں۔ کامیاب ہونے کے بعد انھیں ڈِپلوما دیا جاتا ہے۔

محمد حاجی صابوصدّیق پالی ٹیکنک کالج کی ترقّی کی اگلی منزل ۱۹۸۴ء میں آئی جب حکومت نے اسے 'انسٹی ٹیوٹ آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی' کا درجہ دیا۔ اب اس کالج میں انجینئرنگ کی پڑھائی بھی ہوتی ہے۔ اس ادارے سے ہر سال سیکڑوں ڈپلوما اور ڈگری یافتہ انجینئر نکلتے ہیں جو نہ صرف ہندوستان بلکہ باہر کے ملکوں کی بڑی بڑی صنعتی وتجارتی کمپنیوں میں اعلیٰ عہدوں پر خدمات انجام دے رہے ہیں اور اپنی مادرِ علمی کا نام روشن کررہے ہیں۔ صابوصدّیق انسٹی ٹیوٹ کی سلور جُبلی ۱۹۶۱ء میں منائی گئی۔ اس موقع پر وزیرِ اعظم پنڈت جواہر لال نہرؤ نے خاص طور پر شرکت کی تھی اور اس ادارے کی تعلیمی خدمات اور حسنِ انتظام کو سراہا تھا۔

محمد حاجی کے والد صابوصدّیق بھی بڑے نیک تھے۔ وہ ضرورت مندوں کی مدد کے لیے ہمیشہ آگے آگے رہتے۔ یوں تو اُن کے خدمتِ خلق کے بہت سے کام ہیں لیکن ان کا سب سے بڑا کارنامہ 'حاجی صابوصدّیق مسافر خانہ' ہے جو حج کے لیے جانے والے مسافروں کے لیے بنوایا گیا تھا۔

آپ کو ایک اور بات بتاتے ہیں، وہ یہ کہ آج کل لوگ حج کے لیے ملک کے مختلف حصّوں سے ہوائی جہاز کے ذریعے جاتے ہیں۔ اس سے پہلے لوگ ممبئی کی بندرگاہ سے پانی کے جہاز کے ذریعے حج کے لیے جاتے تھے اس لیے لوگ مہینہ، ڈیڑھ مہینہ پہلے ممبئی پہنچ جایا کرتے تھے۔ سمندری جہاز سے سفر کے لیے بھی پندرہ بیس دن کا عرصہ لگتا تھا۔ ایسے میں حج کے مسافروں کی سہولت کے لیے صابوصدّیق نے یہ مسافر خانہ بنوایا تھا۔

صابوصدّیق نے رفاہِ عام کے اور بھی کام کیے ہیں مثلاً انھوں نے ایک اسپتال بنوایا جہاں نومولود بچّوں اور ان کی ماؤں کی دیکھ بھال اور علاج معالجے کا انتظام ہے۔ اسی کے ساتھ انھوں نے ایک سینی ٹیریم بھی بنوایا تھا۔

اُن کے بھائی آدم صاحب نے ممبئی کے مدن پورہ میں بڑی مسجد بنوائی۔ انھیں کے خاندان کی ایک خاتون نے بھی ایک مسجد تعمیر کروائی تھی۔

محمد حاجی صابوصدّیق اور ان کے خاندان نے لوگوں کی بھلائی اور بہبود کے بہت سے کام کیے ہیں۔ اس خاندان نے اپنی فلاحی خدمات کا ایک ایسا ورثہ چھوڑا ہے جو ہمیشہ قائم رہے گا۔ ملک کے لوگ ان کے احسانوں کو آج بھی یاد کرتے ہیں اور ان کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔

****

دور اندیش - دور کی سوچنے والا
فلاح و بہبود - بھلائی
درآمد کرنا - غیر ملک سے سامان منگوانا
فراوانی - زیادتی
پس ماندگی - پچھڑا پن
معاشرہ - سماج
مادرِ علمی - طالب علم جس اسکول میں تعلیم حاصل کرے۔

حسنِ انتظام - انتظام کی خوبی
خدمتِ خلق - لوگوں کی خدمت
رفاہِ عام - عام لوگوں کی بھلائی
نومولوٗد - نیا نیا پیدا ہونے والا بچہ
سینی ٹیریم - ایسا مقام جہاں پرانے مریضوں کو علاج اور دیکھ بھال کے لیے رکھا جاتا ہے (Sanitarium)

مشق

❋ ایک لفظ میں جواب لکھیے۔

۱۔ حاتم طائی اپنی کس خوبی کی وجہ سے مشہوٗر ہے؟
۲۔ صابوصدیق ماریشس سے شکر کیوں درآمد کرتے تھے؟
۳۔ صابوصدیق کہاں کے رہنے والے تھے؟
۴۔ صابوصدیق کس چیز کی تجارت کرتے تھے؟
۵۔ والد کے انتقال کے وقت محمد حاجی کی عمر کتنے سال کی تھی؟
۶۔ انتقال کے وقت محمد حاجی کی عمر کتنے سال کی تھی؟
۷۔ محمد حاجی نے کون سا ادارہ قائم کیا؟
۸۔ ۱۹۶۱ء میں کون سا اہم واقعہ ہوا؟
۹۔ آج کل حج کے لیے جانے والے کس ذریعے سے سفر کرتے ہیں؟
۱۰۔ صابوصدیق کے بھائی کا کیا نام تھا؟

❋ مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ صابوصدیق کے کارناموں کی معلومات لکھیے۔
۲۔ صابوصدیق نے حاجیوں کی خدمت کے لیے کیا انتظام کیا؟
۳۔ محمد حاجی اور صابوصدیق نے کس کس مقصد کے تحت ادارے قائم کیے؟

46A6Y5

❋ درج ذیل لفظوں کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

مہمان نوازی ، کم عمری ، فراوانی ، مفلسی ، بے روزگاری ، سرپرستی

آیئے زبان سیکھیں

درج ذیل جملے غور سے پڑھیے۔

۱۔ اسے ایک چمکدار شے نظر آئی۔

۲۔ ان کے والد بڑے تاجر تھے۔

۳۔ اس عظیم مقصد کے لیے اٹھارہ لاکھ روپے بینک میں جمع کرائے۔

'چمکدار، بڑے، عظیم' یہ الفاظ خط کشیدہ کیے گئے ہیں جو 'شے، تاجر اور مقصد' کی صفت بتاتے ہیں۔

جو الفاظ موصوف کی ذاتی خصوصیت بتاتے ہیں انھیں **'صفتِ ذاتی'** کہتے ہیں۔

اب ان جملوں کو غور سے پڑھیے۔

۱۔ وہ سائنسی آلات بھی تجربہ گاہ تک لے جاتی تھی۔

۲۔ کدو کا میٹھا انگوری رنگ کا ہوتا ہے۔

۳۔ سمندری جہاز سے سفر کے لیے بہت وقت لگتا تھا۔

خط کشیدہ الفاظ 'سائنسی، انگوری، سمندری' یہ الفاظ 'آلات، رنگ، جہاز' سے نسبت رکھتے ہیں۔ انھیں **'صفتِ نسبتی'** کہتے ہیں۔

ان جملوں میں صفتِ ذاتی تلاش کر کے لکھیے۔

(۱) وہ کالے گھوڑے پر سوار تھا۔

(۲) یہ غریب آدمی بہت محنت کرتا ہے۔

ان جملوں میں صفتِ نسبتی تلاش کر کے لکھیے۔

(۱) انگریزی زبان سیکھنا بہت ضروری ہے۔

(۲) انھوں نے صنعتی تعلیم کے اسکول جاری کیے۔

عجیب تحفے

مقبول جہانگیر

پیدائش : ۲۴؍جنوری ۱۹۲۸ء وفات: ۲۴؍اکتوبر ۱۹۸۵ء

مقبول جہانگیر کا اصل نام مقبول الٰہی تھا۔ وہ لاہور کے رہنے والے ہیں اور اُردو کی خدمت ترجموں کے ذریعے کرتے رہے ہیں۔ اُنھوں نے بچوں کے لیے دنیا کے کئی ملکوں کی زبانوں سے کہانیوں کے ترجمے کیے ہیں۔ 'ٹارزن کی واپسی، عقابوں کی وادی، حکایاتِ رومی' وغیرہ ان کی تصانیف ہیں۔ 'عجیب تحفے' دو سہیلیوں کی ایک مشہور چینی کہانی ہے۔ جس میں ان کے رہن سہن کی عمدہ تصویر کشی کی گئی ہے۔ ترجمے کی زبان نہایت صاف و سلیس ہے۔

عرصہ گُزرا، چین کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں دو لڑکیاں رہتی تھیں۔ نام تو اُن کے کچھ اور تھے مگر اُن کی مائیں پیار سے اُنھیں چنبیلی اور چاندنی کے نام سے پکارا کرتی تھیں اور بھئی، وہ تھیں بھی بڑی خوب صورت اور پیاری پیاری! دونوں میں اتنی گہری دوستی تھی کہ وہ ہمیشہ ایک ساتھ کھانا کھاتیں، ساتھ کھیلتیں اور ساتھ ہی پڑھنے جاتیں۔ گاؤں میں تقریباً روزانہ ہی کسی نہ کسی گھر میں شادی بیاہ اور دعوتیں ہوتی تھیں۔ چنبیلی اور چاندنی کو دعوتوں میں جانے کا بڑا شوق تھا۔ جب کبھی اس قسم کی کوئی دعوت ہوتی، وہ سب سے پہلے وہاں موجود ہوتیں۔

وقت گُزرتا رہا اور آخر وہ دن بھی آیا جب اُن دونوں کی شادی کر دی گئی۔ دونوں کے خاوند آپس میں حقیقی بھائی تھے اور نزدیک کے گاؤں میں رہتے تھے۔

چنبیلی اور چاندنی اپنے نئے گھر میں آ کر بڑی خوش تھیں لیکن جب انھیں اپنے گاؤں کی دعوتوں کا خیال آتا تو وہ اُداس ہو جاتیں۔ بھاگی بھاگی اپنی ساس کے پاس جاتیں اور اس سے کہتیں، "پیاری اماں! اگر آپ اجازت دیں تو چند دنوں کے لیے ہم اپنے گاؤں چلی جائیں۔"

ساس فوراً انھیں جانے کی اجازت دے دیتی اور کیوں نہ دیتی! دونوں لڑکیاں اس کی خدمت بھی تو بہت کیا کرتی تھیں۔ شروع شروع میں وہ انھیں خوشی سے جانے کی اجازت دے دیتی لیکن جب ہر تیسرے چوتھے روز وہ گاؤں جانے لگیں تو ساس بڑی پریشان ہوئی۔

ایک دن وہ اپنے دِل میں کہنے لگی، "میری بہوئیں اپنے گھر میں ٹک کر بیٹھنا پسند نہیں کرتیں۔ کوئی ایسی ترکیب سوچی جائے کہ اُن کی یہ عادت چھوٹ جائے۔"

چند روز بعد چنبیلی اور چاندنی خوب صورت لباس پہن کر اپنی ساس کی خدمت میں پہنچیں اور کہا، "امّاں جان! اگر آپ کہیں تو ہم اپنے گاؤں چلی جائیں۔ ہماری ایک سہیلی کی شادی ہے اور ہمیں اُس میں ضرور شریک ہونا ہے۔"

ساس نے جواب دیا، "ہاں ہاں میری بچیّو! خوشی سے جاؤ لیکن جب واپس آؤ تو میرے لیے دو تحفے لیتی آنا۔ اگر تم وہ تحفے نہ لائیں اور خالی ہاتھ واپس آئیں تو میں زندگی بھر تم سے نہیں بولوں گی۔"

"امّاں جان! آپ فرمائیں تو۔ آپ جو چیز کہیں گی، وہ ہم ضرور لائیں گے"، دونوں لڑکیوں نے جواب دیا۔

"اچھّا تو پھر غور سے سنو" ساس کہنے لگی، "چنبیلی! تم میرے لیے کاغذ میں آگ لانا اور چاندنی! تم کاغذ میں ہوا لے کر آنا۔ بس یہی دو چیزیں میں چاہتی ہوں۔"

دونوں لڑکیاں اپنے گاؤں جانے کے لیے اتنی بے چین تھیں کہ اُنھوں نے ساس کے الفاظ پر غور ہی نہ کیا اور سوچے سمجھے بغیر کہہ دیا،"ہاں ہاں پیاری امّاں! آپ جو چاہتی ہیں، ہم لے آئیں گے۔"

راستے میں اچانک چنبیلی کو ساس کے الفاظ یاد آ گئے اور وہ سوچنے لگی کہ میں کاغذ میں آگ کیسے لے جاؤں گی؟ یہ بات تو بالکل ناممکن ہے۔ یہی خیال چاندنی کو بھی آیا کہ میں کس طرح ہوا کو کاغذ میں لے جا سکتی ہوں! یہ بات بھی پہلی بات کی طرح ناممکن تھی۔ چاندنی بھی اُداس ہو گئی۔

دونوں پریشان بیٹھی تھیں کہ ایک چھوٹی سی بچّی قریب کے ایک کھیت سے نکلی اور اُن کے پاس آ کر بولی،"تم اُداس اور پریشان کیوں ہو؟ مجھے اپنی مشکل بتاؤ، شاید میں تمھاری مدد کر سکوں۔"

چنبیلی اور چاندنی نے ساری داستان اُس لڑکی کو سنائی جسے سن کر وہ کہنے لگی "تم نے بہت بے وقوفی کی جو ایسا وعدہ کر لیا۔ اچھا خیر، ہم مل کر سوچیں گے کہ اس معمّے کو کیسے حل کیا جائے۔"

تینوں لڑکیاں ایک مکان کی ڈیوڑھی میں بیٹھ گئیں اور سوچنے لگیں کہ کیا کرنا چاہیے؟ لیکن وہ جتنا زیادہ سوچتیں اتنا ہی زیادہ اُنھیں یہ بات مشکل نظر آتی۔ اُن کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کاغذ میں آگ اور کاغذ میں ہوا کس طرح لے جائی جا سکتی ہے۔

اچانک اُن کی نئی سہیلی خوشی سے اُچھل پڑی اور دوڑتی ہوئی اپنے گھر میں گھس گئی۔ چند منٹ بعد واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک لالٹین تھی جو کاغذ کی بنی ہوئی تھی اور اُس کے اندر ایک موم بتّی جل رہی تھی۔

"دیکھو" وہ چلّا کر بولی، "کاغذ کے اندر آگ!"

"آہا!.... کیسی عجیب بات ہے!" چنبیلی نے خوش ہو کر کہا۔"یہی وہ تحفہ ہے جو میری ساس نے منگوایا ہے۔"

لیکن چاندنی اب بھی اُداس بیٹھی رہی۔ اس کے مَن کی مراد پُوری نہ ہوئی تھی۔ یکایک لڑکی پھر خوشی سے اُٹھی۔ بھاگتی ہوئی اپنے گھر میں گئی اور جب باہر نکلی تو اس کے ہاتھ میں کاغذ کا بنا ہوا پنکھا تھا۔

"دیکھو!" وہ بولی، "کاغذ میں ہوا۔"

"آہا!.... کتنی عجیب بات ہے" چاندنی نے خوش ہو کر کہا۔"یہی وہ تحفہ ہے جو میری ساس نے مجھ سے منگوایا تھا۔"

چنبیلی اور چاندنی نے اپنی نئی سہیلی کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور شادی میں جانے کی بجائے اپنے گھر واپس آ گئیں۔

ساس نے اُنھیں دیکھا تو حیرت سے بولی،"ارے! تم اتنی جلدی واپس آ گئیں۔ شادی میں نہیں گئیں؟"

"جی نہیں...." انھوں نے کہا۔"ہم نے سوچا کہ ہماری پیاری امّاں نے جو تحفے منگائے ہیں وہ جلد سے جلد پہنچا دیں۔"

چنبیلی نے اپنا ہاتھ اونچا کر کے ساس کو کاغذ کی لالٹین دِکھائی جس کے اندر موم بتّی جل رہی تھی اور پھر چاندنی نے کاغذ کا پنکھا جھلاتو ہوا ساس کے چہرے پر لگی۔

"شاباش!" ساس نے کہا۔"اس بار تو تم جیت گئیں لیکن یاد رکھو اگر اب تم نے بار بار کہیں جانے کا نام لیا تو ایسے تحفے لانے کے لیے کہوں گی جو تم کبھی نہ لاسکوگی۔"

****

معمّہ - پیچیدہ بات

ڈیوڑھی - دہلیز

مشق

❋ ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ دونوں لڑکیوں کو ان کی مائیں کس نام سے پکارتی تھیں؟

۲۔ کس طرح معلوم ہوتا ہے کہ چنبیلی اور چاندنی گہری سہیلیاں تھیں؟

۳۔ دونوں سہیلیوں کو کس بات کا شوق تھا؟

۴۔ چنبیلی اور چاندنی نزدیک کے گاؤں میں جا کر کیوں رہنے لگیں؟

۵۔ ساس اپنی بہوؤں کی کس عادت سے پریشان ہوگئی؟

۶۔ چنبیلی اور چاندنی کی مدد کس نے کی؟

۷۔ چنبیلی اور چاندنی نے اپنی ساس سے کیا وعدہ کیا؟

❋ مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ ایک دن ساس نے اپنے دل میں کیا سوچا؟

۲۔ ساس نے اپنی بہوؤں کو کون سے تحفے لانے کے لیے کہا؟

۳۔ چھوٹی بچی کاغذ کے اندر آگ اور کاغذ میں ہوا کس طرح لے آئی؟

❋ غور کر کے بتائیے:

۱۔ دونوں سہیلیوں کو اپنی ساس کے لیے تحفے لے جانا ناممکن کیوں لگ رہا تھا؟

۲۔ اس کہانی سے چھوٹی بچی کی کس خوبی کا پتا چلتا ہے؟

سرگرمی: چین میں لالٹین اور پنکھے کثرت سے استعمال ہوتے ہیں۔اس بارے میں معلومات حاصل کیجیے۔

46J31F

موبائل

عبدالاحد ساز

پیدائش : ۱۶؍اکتوبر ۱۹۵۰ء   وفات: ۲۲؍مارچ ۲۰۲۰ء

عبدالاحد ساز موجودہ زمانے کے ایک اہم شاعر ہیں۔ وہ ممبئی میں رہائش پذیر تھے۔ ان کی شاعری کے مجموعے 'خموشی بول اُٹھی ہے'، 'سرگوشیاں زمانوں کی' اور 'در کھلے پچھلے پہر' مشہور ہیں۔

دور بیٹھے ہوئے لوگ فون پر بات کر لیتے ہیں۔ آج کے فون میں بہت تبدیلی اور ترقی ہوئی ہے۔ ذیل کی نظم میں موبائل کی بعض خصوصیات پیش کی گئی ہیں۔

اپنے ہاتھ میں جادُو کی اِک ڈِبیا ہے
جس میں اِک انمول خزانہ رکھا ہے

یادیں ہیں ، آوازیں ہیں ، تصویریں ہیں
کچھ نقشے ، کچھ خاکے ، کچھ تحریریں ہیں

دُنیا میں جب جس سے چاہیں ، بات کریں
بھارت میں دِن ، امریکہ میں رات کریں

لمحوں میں طے ہو میلوں ، گھنٹوں کا سفر
ننّھے سے کچھ بٹن دباکر اِدھر اُدھر

بٹن دبانا بھی اب کہاں ضروری ہے
بس اُنگلی سے چھوٗ لینا ہی کافی ہے

اک جامِ جمشید ہے گویا قبضے میں
علم کا یہ تحفہ ہے ہمارے حصّے میں

کل سپنا تھا لیکن آج حقیقت ہے
اپنی مٹّھی میں موبائل کی قوّت ہے

****

جامِ جمشید - ایران کے بادشاہ جمشید کا بنایا ہوا ایک پیالہ جس میں کہتے ہیں کہ دنیا کے سارے حالات نظر آ جاتے تھے۔

مشق

❋ ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ جادو کی ڈبیا میں کیا رکھا ہے؟
۲۔ جادو کی ڈبیا سے کیا مراد ہے؟
۳۔ موبائل میں کون کون سی چیزیں ہوتی ہیں؟
۴۔ موبائل کی مدد سے لمبا سفر کیسے طے ہو جاتا ہے؟
۵۔ موبائل چلانے میں کون سی آسانی ہو گئی ہے؟
۶۔ شاعر نے موبائل کو کیا نام دیا ہے؟

46SY33

سرگرمی:

۱۔ موبائل کی کسی دکان پر جا کر مختلف قسم کے موبائلوں کا مشاہدہ کیجیے۔
۲۔ موبائل سے اور بھی بہت سے کام لیے جاتے ہیں۔ ان کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیجیے۔

تالاب کا بھوت

ترجمہ

’تالاب کا بھوت‘ مراٹھی زبان کی ایک دلچسپ کہانی ہے۔ اس کہانی کو پیش کرنے کا مقصد دوسری زبانوں سے اُنسیت پیدا کرنا ہے۔ اس کہانی میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ بھوت پریت کچھ نہیں ہوتے۔ انسان اپنی جہالت اور توہم پرستی کی بنا پر بھوتوں کے قصے گھڑ لیتا اور اُن سے ڈرنے لگتا ہے۔

اپریل کا مہینہ، دوپہر کی چلچلاتی دھوپ، نارائن راؤ پسینے سے تربتر رام گڑھ میں داخل ہوئے۔ رام گڑھ کے سرپنچ سے اُنھیں اپنے کھیتوں کے کاغذات کی نقل حاصل کرنی تھی۔ دفتر میں سرپنچ انھیں کا انتظار کر رہے تھے۔ نارائن راؤ نے ماتھے کا پسینہ پونچھتے ہوئے کہا، ”سرپنچ صاحب! تھوڑا ٹھنڈا پانی پلا دیجیے۔ بڑی گرمی ہے!“

سرپنچ نے میز پر رکھا ہوا لوٹا اور گلاس آگے بڑھاتے ہوئے کہا، ”جناب! پانی حاضر ہے مگر ایک گلاس سے زیادہ نہ پینا۔ بڑی مشکل سے صبح شام ایک ایک مٹکا ملتا ہے۔ وہ بھی چار کلومیٹر دُور سے لانا پڑتا ہے۔“

”مگر گاؤں کا تالاب چھوڑ کر آپ پانی اتنی دُور سے کیوں لاتے ہیں؟“

”اجی جناب! کیا بتائیں۔ یہ تالاب تو گاؤں والوں کے لیے ایک مصیبت بن گیا ہے۔“

”وہ کیسے؟“ نارائن راؤ نے حیرت سے پوچھا۔

سرپنچ نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے رازدارانہ انداز میں کہنا شروع کیا، ”گاؤں کے بڑے بوڑھوں کا کہنا ہے کہ تالاب میں کوئی بھوت گُھس آیا ہے۔ جہاں کسی نے تالاب کا ایک گھونٹ پانی پیا اُسے کوئی نہ کوئی بیماری آ دبوچتی ہے۔ پچھلے ہفتے بڑے بڑے عامل آ کر چلے گئے مگر بھوت کا بال بھی بیکا نہ کر سکے۔ وہ اب بھی تالاب میں گُھسا بیٹھا ہے۔“

یہ سُن کر نارائن راؤ گاؤں والوں کی جہالت اور لاعلمی پر دل ہی دل میں پیچ و تاب کھانے لگے۔ پھر سرپنچ کا لحاظ کر کے سنجیدہ لہجے میں بولے، ”دیکھیے سرپنچ صاحب، آپ تو جانتے ہیں کہ میں گرام سُدھار کمیٹی کا ممبر ہوں۔ ہمارے پاس ایسے ایسے نسخے ہیں کہ آپ کا بھوت دو روز میں گاؤں چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ گاؤں والے بھی ہمارا ہاتھ بٹائیں۔“

”دیکھیے جناب! آپ جو کچھ بھی کریں، سوچ سمجھ کر کریں۔ بھوت بڑا اتنگڑا ہے۔“

نارائن راؤ جب واپس اپنے شہر جانے لگے تب اُنھوں نے اُس تالاب کا غور سے معائنہ کیا۔ تالاب کی منڈیر جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی تھی۔ کناروں پر جنگلی جھاڑیاں اور پودے کثرت سے اُگے ہوئے تھے۔ پانی کی سطح گندی اور نیلی کائی سے ڈھکی ہوئی تھی۔ کائی پر درختوں کے سوکھے پتوں کی چادر سی بچھی ہوئی تھی۔

لوگ تالاب میں نہاتے، کپڑے دھوتے اور مویشیوں کو نہلاتے، پھر پانی بھی اسی کا پیتے تھے۔

نارائن راؤ گاؤں والوں کی جہالت پر افسوس کرتے ہوئے شہر پہنچے۔ انھوں نے سب سے پہلے گرام سُدھار کمیٹی کے سکریٹری کو تمام واقعہ سنایا۔ پھر جیسے ہی گرمیوں کی تعطیلات شروع ہوئیں، مختلف مدرسوں سے سو بچّے منتخب کیے گئے۔ وہ سب ماسٹر صاحب کی رہنمائی میں رام گڑھ روانہ ہوگئے۔ نارائن راؤ بھی ساتھ تھے۔

نارائن راؤ نے گاؤں کے سرپنچ کو اطلاع دی۔ سرپنچ گاؤں والوں کو لے کر تالاب کے کنارے پہنچ گئے۔ ماسٹر صاحب نے کھڑے ہوکر کہا، "پیارے بھائیو اور عزیز بچّو! آج ہمیں اس تالاب کے بھوت کو بھگانا ہے۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ تالاب کی گندگی صاف کر دی جائے۔ جب گندگی صاف ہوجائے گی، اندر سے صاف شفاف پانی کے چشمے پھوٹتے نظر آئیں گے۔ ان چشموں کا نرمل پانی دیکھتے ہی بھوت بھاگ کھڑا ہوگا۔"

اتنا کہہ کر ماسٹر صاحب نے کُدال اُٹھا کر پہلی ضرب لگائی۔ پھر کیا تھا، بیک وقت دو سو ہاتھ مشینوں کی طرح چل پڑے۔ گاؤں والے دور کھڑے ڈری ڈری نظروں سے انھیں کام کرتا دیکھتے رہے۔ وہ منتظر تھے کہ ابھی بھوت نکل کر ماسٹر صاحب کا گلا دبا دے گا۔ مگر دوپہر تک وہ لوگ برابر کام میں جُٹے رہے۔ ہنستے گاتے، سب بچّے اتنے خوش خوش کام کر رہے تھے گویا تالاب میں سے خزانہ برآمد ہونے والا ہو۔

سہ پہر کے قریب شہر سے ایک لاری آئی جس میں قیام کے لیے خیمے اور بچوں کے کھانے پینے کا سامان تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے تالاب کے قریب میدان میں خیمے گاڑ دیے گئے۔ گاؤں والے انھیں منع کرتے رہ گئے کہ رات کو یہاں نہ ٹھہریے، آپ نے بھوت کو ناراض کر دیا ہے۔ کہیں رات میں وہ آپ کو پریشان نہ کرے۔ مگر ماسٹر صاحب نے ہنستے ہوئے کہا، "ہم

بھوت کو پیاری پیاری کہانیاں سنا کر اُس کا غصّہ ٹھنڈا کر دیں گے۔"

پہلی رات کو گاؤں والے بڑے گھبرائے ہوئے تھے۔ انھیں یقین تھا کہ رات میں بھوت ایک آدھ بچّے کو کھا جائے گا اور صبح تک سب شہر بھاگ جائیں گے۔ مگر جب صبح اُنھوں نے دیکھا کہ تمام بچّے ویسے ہی خوش خوش کدال پھاوڑا سنبھالے کام پر جا رہے ہیں تو حیرت سے اُن کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

گاؤں والوں کے ذہن میں بات آ گئی۔ اُن کا خوف دور ہو گیا۔ بچّوں کے ساتھ وہ خود بھی کام میں جُٹ گئے۔ پھر کیا تھا، ایک ہفتے کے اندر ہی تالاب کے باہر کیچڑ اور گندگی کا ڈھیر لگا دیا گیا۔ تالاب آئینے کی طرح صاف ہو گیا اور زمین سے پھوٹتے پانی کے قدرتی چشمے نظر آنے لگے۔ پھر ماسٹر صاحب نے پوٹاشیم پرمینگنیٹ کی تھوڑی سی مقدار پانی میں گھول کر تالاب میں ڈال دی۔ دوسرے دن شہر سے کانچ کے دو بڑے بڑے مرتبان پہنچ گئے جن میں مچھلیاں تیر رہی تھیں۔ ماسٹر صاحب نے گاؤں والوں سے کہا، "بھائیو! دیکھیے یہ آپ کے تالاب کی صفائی کرنے والے خدمت گار ہیں۔ اب آپ لوگ یہ کیجیے کہ تالاب کے اردگرد ایک پختہ منڈیر بنائیے۔ اطراف میں اُگی ہوئی جنگلی جھاڑیوں اور جھاڑ جھنکاڑ کو اُکھاڑ کر پھینک دیجیے تاکہ سورج کی کرنوں کے لیے کوئی روک نہ ہو اور تالاب کی سطح پر تیرنے والے جراثیم ہلاک ہو سکیں۔ یہاں نہ کپڑے دھوئیے نہ نہائیے۔ مویشیوں کو بھی مت لائیے۔ پھر دیکھیے آپ لوگ کیسے تن درست اور خوش رہتے ہیں۔"

سرپنچ نے ماسٹر صاحب کا شکریہ ادا کیا اور گاؤں والوں سے کہا، "اب بات سمجھ میں آئی کہ بھوت پریت کوئی چیز نہیں، انسان کا وہم اور جہالت ہی سب سے بڑے بھوت ہیں۔"

****

رازدارانہ انداز	-	رازداری سے
آدبوچنا	-	اچانک مضبوطی سے پکڑ لینا
عامل	-	جھاڑ پھونک کے ذریعے عمل کرنے والا
بال بیکا نہ کرنا	-	کچھ بگاڑ نہ پانا
جہالت	-	نہ جاننا
لاعلمی	-	کسی بات کا علم نہ ہونا
پیچ وتاب کھانا	-	بہت غصہ ہونا
گرام سُدھار کمیٹی	-	گاؤں کی ترقی کے لیے کام کرنے والا ادارہ
ہاتھ بٹانا	-	مدد کرنا
نِرمَل	-	صاف ستھرا
ضرب لگانا	-	مارنا
آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہنا	-	حیران ہونا
جُٹے رہنا	-	مصروف رہنا
وہم	-	شک وشبہ

مشق

❋ **ایک جملے میں جواب لکھیے۔**

۱۔ گاؤں کے لوگ کہاں کا پانی پیتے تھے؟
۲۔ تالاب کا ایک گھونٹ پانی بھی کوئی پی لیتا تو کیا ہوتا؟
۳۔ تالاب کا بھوت بھگانے کے لیے نارائن راؤ نے کیا شرط رکھی؟
۴۔ گاؤں والے دور کھڑے کس بات کے منتظر تھے؟
۵۔ شہر سے آنے والی لاری میں کیا تھا؟
۶۔ آخر میں سرپنچ نے سب سے بڑا بھوت کسے کہا؟

❋ **مختصر جواب لکھیے۔**

۱۔ تالاب کا غور سے معائنہ کرنے پر نارائن راؤ کو کون سی باتیں معلوم ہوئیں؟
۲۔ کدال اُٹھانے سے پہلے ماسٹر صاحب نے اپنی تقریر میں کیا کہا؟
۳۔ ماسٹر صاحب کے ذریعے کدال کی پہلی ضرب لگنے کے بعد کیا ہوا؟
۴۔ مچھلیوں کے مرتبان لانے کے بعد ماسٹر صاحب نے گاؤں والوں سے کیا کہا؟

❋ **نیچے دیے ہوئے خط کشیدہ الفاظ کی جگہ مناسب محاوروں کا استعمال کر کے جملے دوبارہ لکھیے۔**

دل ہی دل میں پیچ وتاب کھانا، بال بیکا نہ کرسکنا، ہاتھ بٹانا، جٹے رہنا، آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہنا

۱۔ رسوئی کے کاموں میں فاطمہ اپنی امّی کی مدد کرتی ہے۔
۲۔ شام ہونے تک سارے مزدور دیوار کی تعمیر کے کام میں لگے رہے۔
۳۔ بیٹے کی اوٹ پٹانگ باتیں سن کر ماں کو بے حد غصہ آرہا تھا مگر وہ خاموش رہی۔

۴۔ دشمنوں نے اُسے نقصان پہنچانے کی بہت کوشش کی مگر وہ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔

۵۔ اتنا بڑا خزانہ دیکھ کر وہ بہت حیران ہوا۔

❋ وجہ بتائیے۔

۱۔ تالاب گاؤں والوں کے لیے مصیبت بن گیا تھا۔

۲۔ گاؤں والے دور کھڑے خوف بھری نظروں سے اُنھیں کام کرتا دیکھتے رہے۔

۳۔ گاؤں والوں نے ماسٹر جی اور طلبہ کو گاؤں کے قریبی میدان میں رات گزارنے سے منع کیا۔

۴۔ پہلی رات کو گاؤں والے بڑے گھبرائے ہوئے تھے۔

۵۔ ماسٹر جی نے تالاب کے اطراف اُگی ہوئی جنگلی جھاڑیوں اور جھاڑ جھنکاڑ کو اُکھاڑ پھینکنے کے لیے کہا۔

❋ **غور کرکے بتائیے :** گاؤں کے لوگ تالاب کا پانی پیتے ہی بیمار کیوں پڑ جاتے تھے؟

سرگرمی : اپنے استاد سے معلوم کیجیے کہ پانی کے ذخیرے کن وجوہات سے آلودہ ہوتے ہیں۔

472040

آیئے زبان سیکھیں

ذیل کے جملے غور سے پڑھیے۔

۱۔ اس نے بے خطر پانی میں چھلانگ لگائی۔

۲۔ بڑی مشکل سے شیر کو پنجرے میں ڈالا گیا۔

۳۔ پھر اطمینان سے بیٹھ کر کھائیں گے۔

۴۔ اندر سے صاف شفاف پانی کے چشمے پھوٹتے نظر آئیں گے۔

ان جملوں میں 'بے خطر، بڑی مشکل سے، اطمینان سے، اندر سے' الفاظ متعلق فعل ہیں۔

جس لفظ سے فعل کے کب، کہاں، کیسے کیے جانے کا علم ہو اُسے 'متعلق فعل' کہتے ہیں۔

جن الفاظ سے فعل کے وقت کا تعین ہو جیسے

اب، جب، تب، ابھی، جبھی، تبھی، آج، کل، پرسوں، فوراً، سدا، صبح سویرے وغیرہ یہ تمام الفاظ **'متعلق فعل'** ہیں۔

فعل کے مقام یا جگہ کی نشاندہی کرنے والے الفاظ بھی 'متعلق فعل' ہوتے ہیں جیسے

یہاں، وہاں، کہاں، جہاں تہاں، آگے، پیچھے، نیچے، اوپر، باہر، اندر، اِدھر، اُدھر، وغیرہ۔

فعل کے ہونے کا سبب بتانے والے الفاظ جیسے

بخوشی، بخوبی، لہٰذا، چنانچہ، اس لیے، اس طرح وغیرہ الفاظ بھی **'متعلق فعل'** ہوتے ہیں۔

فعل کی کیفیت بتانے والے الفاظ جیسے

دھیرے دھیرے، تیز، جھٹ پٹ، یکایک، فوراً، ناگہاں، اچانک، فی الفور وغیرہ **'متعلق فعل'** کہلاتے ہیں۔

इयत्ता ५ वी, ८ वी शिष्यवृत्ती परीक्षा मार्गदर्शिका

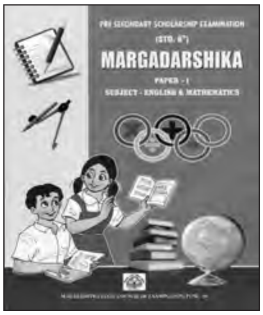

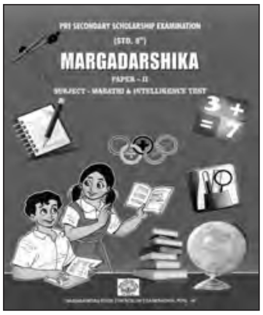

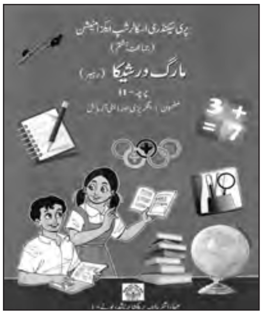

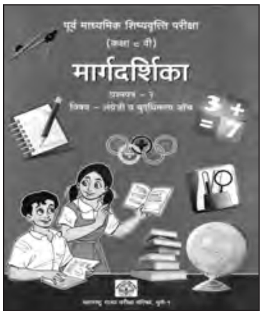

- मराठी, इंग्रजी, उर्दू, हिंदी माध्यमामध्ये उपलब्ध
- सरावासाठी विविध प्रश्न प्रकारांचा समावेश
- घटकनिहाय प्रश्नांचा समावेश
- नमुन्यादाखल उदाहरणांचे स्पष्टीकरण

पुस्तक मागणीसाठी www.ebalbharati.in, www.balbharati.in संकेत स्थळावर भेट द्या.

साहित्य पाठ्यपुस्तक मंडळाच्या विभागीय भांडारांमध्ये विक्रीसाठी उपलब्ध आहे.

ebalbharati

विभागीय भांडारे संपर्क क्रमांक : पुणे - ☎ २५६५९४६५, कोल्हापूर- ☎ २४६८५७६, मुंबई (गोरेगाव) - ☎ २८७७१८४२, पनवेल - ☎ २७४६२६४६५, नाशिक - ☎ २३९१५११, औरंगाबाद - ☎ २३३२१७१, नागपूर - ☎ २५४७७१६/२५२३०७८, लातूर - ☎ २२०९३०, अमरावती - ☎ २५३०९६५

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی و ابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ - ४११००४

₹ 40.00

बालभारती इयत्ता ५ वी (उर्दू)